معراج کا شہرہ آفاق سفر

معراج کا شہرہ آفاق سفر

اعجازی مشاہدات اور عظیم مذہبی انقلاب

مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت

Publisher:

M. M. TAHIR & AZHAR CHOUDHRY

1470 - BLOOR STE 507, MISSISSAUGA ONT

L4X 1R6, CANADA

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآنی سائنس

جس طرح تمام آسمانی کتابوں کا مغز قرآن شریف ہے اسی طرح زندہ خدا کی اس زندہ کتاب کا لطیف ترین خلاصہ سورۃ فاتحہ ہے جس کی آیت "**الحمد للہ رب العالمین**" میں قرآنی سائنس کے وسیع سمندر کو صرف چار لفظوں سے منعکس کیا گیا ہے جو فی ذاتہٖ بھاری معجزہ ہے۔ اور اسکی حقیقی معرفت سورہ آل عمران آیت ۹۲ کے اس عظیم الشان نکتہ سے ہوتی ہے کہ وہ لوگ جو قیام وقعود ہی میں نہیں، پہلوؤں کے بل بھی آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں، بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب تُو نے یہ کائنات بے مقصد پیدا نہیں فرمائی۔ تُو پاک ہے پس ہمیں اپنی ناراضگی کی آگ کے عذاب سے بچالے۔ یہ ہے قرآنی سائنس جس کو پیش نظر رکھ کر قرآنی سائنسدان تمام جہانوں کی ریسرچ کرتا اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے بے شمار جلوے دیکھ کر سرتاپا حمد بن جاتا ہے۔

رب العالمین کی بصیرت افروز تفسیر

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

’’زبان عرب میں رب کا لفظ سات معنوں پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں۔ مالک۔ سید۔ مدبر۔ مربی۔ قیم۔ منعم۔ متمم۔ چنانچہ ان سات معنوں میں سے تین معنی خدا تعالیٰ کی ذاتی عظمت پر دلالت کرتے ہیں منجملہ ان کے مالک ہے اور مالک لغت عرب میں اسکو کہتے ہیں جس کا اپنے مملوک پر قبضہ تامہ ہو اور جس طرح چاہے اپنے تصرف میں لاسکتا ہو اور بلا اشتراک غیر اس پر حق رکھتا ہو اور یہ لفظ حقیقی طور پر یعنی بلحاظ اُس کے معنوں کے بجز خدا تعالیٰ کے کسی دوسرے پر اطلاق نہیں پا سکتا کیونکہ قبضہ تامہ اور تصرف تام اور حقوق تامہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کے لئے مسلم نہیں‘‘ (’’منن الرحمٰن‘‘ صفحہ ۷۔۸۔ حاشیہ)

حضرت اقدسؑ نے اپنی کتب اور ملفوظات میں واضح فرمایا ہے کہ عالم کے معنے یہ ہیں جس سے مدبر بالا رادہ اور کامل ویگانہ صانع پر اس شان سے دلالت کرے اور اس کا علم اور خبر دے کہ کائنات کے صانع پر ایمان لانے کے لئے طالب حق کو مجبور کردے اور اسے مومن بندوں تک پہنچادے۔ حضور نے ''اعجاز المسیح'' میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ عالمین سے مراد مخلوق کو پیدا کرنے والے خدا کے سوا ہر ہستی ہے، خواہ وہ عالم ارواح سے ہو یا عالم اجسام سے اور خواہ وہ زمینی مخلوق میں سے ہو یا چاند اور ان کے علاوہ دیگر اجرام کی مانند کوئی چیز ہو، یہ سب جناب باری تعالیٰ کی ربوبیت کے تحت داخل ہیں۔ حضور انور ''کشتی نوح'' صفحہ ۳۸ حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

''رب العالمین کیسا جامع کلمہ ہے۔ اگر ثابت ہو کہ اجرام فلکی میں آبادیاں ہیں تب بھی وہ آبادیاں اس کلمہ کے نیچے آئیں گی''

جیسا کہ لغت سے ثابت ہے رب کے معنی مالک کے بھی ہیں۔ حضور نے اس نقطہ نگاہ سے ''رب العالمین'' کے مقام کو جن الفاظ سے واضح فرمایا ہے ان سے عہد قدیم وحاضر کے دہریہ اور ملحد فلاسفروں اور مادہ اور روح کو خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ابدی ماننے والوں کے نظریات کو پاش پاش کر دیا ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''اس کا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اس نے زمین آسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہو۔ بیٹھا ہو اور آپ کچھ نہ کرتا ہو'' (اسلامی اصول کی فلاسفی)

عجائبات عالمین کی تین اقسام

حضرت مسیح موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں۔

''درحقیقت خدائے تعالیٰ نے اپنے عجیب عالم کو تین حصہ پر منقسم کر رکھا ہے۔

۱۔ **عالم ظاہر** جو آنکھوں اور کانوں اور دیگر حواس ظاہری کے ذریعہ اور آلاتِ خارجی کے توسل سے محسوس ہو سکتا ہے۔

۲۔ **عالم باطن** جو عقل اور قیاس کے ذریعہ سمجھ آ سکتا ہے۔

۳۔ **عالم باطن در باطن** جو ایسا نازک اور لائیدرک وفوق الخیالات عالم ہے جو

تھوڑے ہیں جو اس سے خبر رکھتے ہیں وہ عالم غیب محض ہے جس تک پہنچنے کے لئے عقلوں کی طاقت نہیں دی گئی مگر ظن محض اور اس عالم پر کشف اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے اطلاع ملتی ہے اور نہ کسی اور ذریعہ سے اور جیسی عادت اللہ بدیہی طور پر ثابت اور محقق ہے کہ اس نے ان دو پہلے عالموں کے دریافت کرنے لئے جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے انسان کو طرح طرح کے حواس اور قوتیں عنایت کی ہیں۔ اس فیاض مطلق نے انسان کے لئے ایک ذریعہ رکھا ہے اور وہ ذریعہ وحی اور الہام اور کشف ہے جو کسی زمانہ میں بکلی بند اور موقوف نہیں رہ سکتا...... ایسا خیال بڑا ناپاک خیال ہے جو یہ سمجھا جائے جو خدائے تعالیٰ نے انسان کے دل میں تینوں عالموں کے اسرار معلوم کرنے کا شوق ڈال کر پھر تیسرے عالم کے وسائل وصول سے بکلی اسکو محروم رکھا ہے''

(''سرمہ چشم آریہ'' حاشیہ صفحہ ۱۲۷۔۱۲۸)

سائنس اور مذہب کا دائرہ

اس وضاحت سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حقیقی مذہب اور سائنس میں ہرگز کوئی تصادم نہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے ببانگ بلند یہ نظریہ پیش فرمایا کہ مذہب خدا کا قول ہے اور سائنس اس کا فعل۔ نیز پیشگوئی فرمائی۔

''جس طرح صحیفۂ فطرت کے عجائب وغرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ یہی حال ان صحف مطہرہ کا ہے تا خدائے تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو''

(''ازالہ اوہام'' صفحہ ۳۰۵ تا ۳۱۲)

نیز فرمایا۔

''اس وقت خدا تعالیٰ نے...... مذہب کو ایک سائنس (علم) بنا دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ زمانہ کشف حقائق کا زمانہ ہے جبکہ ہر بات کو علمی رنگ میں ظاہر

کیا جاتا ہے‘‘ (’’ملفوظات‘‘ جلد۳ صفحہ ۲۳۵ طبع اوّل)

حضرت اقدس کے مندرجہ بالا اقتباس سے یہ فیصلہ کن راہ نمائی بھی ملتی ہے کہ سائنس کی تحقیقات کا دائرہ عالم ظاہر و باطن تک محدود ہے جس کا تعلق حواس ظاہری، آلات خارجی اور عقل وقیاس سے ہے لیکن عالم باطن در باطن تک اس کی رسائی نہ پہلے ممکن تھی نہ اب ہوسکتی ہے۔ اس کا واحد ذریعہ وحی، الہام اور کشف ہیں جو زندہ خدا کے زندہ مذہب پر ایمان لانے سے نصیب ہوتے ہیں اور یہ بدیہی امر ہے کہ ان تینوں نعمتوں کا تعلق براہ راست روح سے ہے جس کی تجلیات کا مرکز قلب ہے۔

عالم باطن در باطن کے حیرت انگیز اثرات

’’سرمہ چشم آریہ‘‘ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ذاتی مشاہدات کی بناء پر روح کی بیس زبردست قوتوں کی نشان دہی فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ اب تک قریباً پانچ ہزار نادر مکاشفات وعجائبات مجھ پر جناب الٰہی سے ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس ضمن میں یہ انکشاف کیا ہے کہ۔

> ’’دنیا میں صاحب کشف پر ایسے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ ان کی کنہ کو سمجھنے میں بکلی عقل عاجز رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات صاحب کشف صدہا کوسوں کے فاصلہ سے باوجود حائل ہونے بے شمار حجابوں کے، ایک چیز کو صاف صاف دیکھ لیتا ہے...... بعض اوقات صاحب کشف اپنے عالم کشف میں جو بیداری سے نہایت مشابہ ہے ارواح گزشتہ سے ملاقات کرتا ہے...... اور سب سے تعجب کا یہ مقام ہے کہ بعض اوقات صاحب کشف اپنی توجہ اور قوت تاثیر سے ایک دوسرے شخص پر باوجود صدہا کوسوں کے فاصلہ کے باذنہٖ تعالیٰ عالم بیداری میں ظاہر ہو جاتا ہے حالانکہ اس کا وجود عنصری اپنے مقام سے جنبش نہیں کرتا...... اسی طرح صدہا عجائبات کو عارف باللہ بچشم خود دیکھتا ہے۔‘‘
>
> (’’سرمہ چشم آریہ‘‘ حاشیہ صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰)

اکابر صوفیاء کے نزدیک کشف کی دو قسم ہیں۔ کشفِ صغریٰ جس میں سالک قلبی توجہ سے

زمین وآسماں، ملائکہ، ارواح قبور، عرش وکرسی اور لوح محفوظ الغرض دونوں جہاں کا حال مشاہدہ کرتا ہے۔ کشف کبریٰ میں سالک کو نور بصیرت سے ذات حق سبحانہ کی زیارت ہوتی ہے۔

(''اصطلاحات صوفیہ'' صفحہ ۱۲۰۔۱۲۱ از ''حضرت شاہ محمد عبدالصمد فریدی چشتی'' ناشر مکہ بکس بیرون موری دروازہ سرکلر روڈ لاہور)

اس عالم ثالث کو پہلے دونوں جہانوں کے مقابل عدیم المثال برتری حاصل ہے۔ چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں۔:

''عجائبات اس عالم ثالث کے بے انتہاء ہیں اور اس کے مقابل دوسرے عالم ایسے ہیں جیسے آفتاب کے مقابل پر ایک دانہ خشخاص''

(ایضاً حاشیہ صفحہ ۱۲۹)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا بھر کے سائنسدان عالم ظاہر اور عالم باطن کے رموز واسرار کی دریافت اور مادّی کائنات کی تسخیر میں صدیوں سے دیوانہ وار مصروف ہیں اور انہیں اس مقصد میں ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے لیکن اس کی حیثیت کیا ہے حضرت مسیح موعودؑ کے قلم مبارک سے سنئے۔ فرمایا۔

''یاد رکھو انسان کی ہرگز طاقت نہیں ہے کہ تمام دقیق در دقیق خدا کے کاموں کو دریافت کر سکے...... انسان کا وہ علم نہایت ہی محدود ہے جیسا کہ سمندر کے ایک قطرہ میں سے کروڑم حصہ قطرہ''۔

''جس حالت میں انسان کا علم خدا کی قدرتوں کی نسبت اسقدر بھی نہیں جیسا کہ ایک سوئی کی نوک کی تری ایک بحر اعظم کے پانی سے نسبت رکھتی ہے''

(''چشمہ معرفت'' صفحہ ۲۶۸ طبع اوّل معہ حاشیہ)

اقلیم مذہب وسائنس کا آفاقی تاجدار

قرآن مجید نے سلسلہ انبیاء میں صرف آنحضرت ﷺ کو نبی امّی کا خطاب دیا ہے اور سورۂ جمعہ میں اہل عرب کو اُمّیین کہا گیا ہے کیونکہ وہ بعثت نبوی کے وقت علم سے ناآشنا اور محض جاہل تھے مگر آنحضرت ﷺ کو غار حرا کی پہلی وحی میں ہی یہ بشارت دی گئی کہ سب سے کریم خدا کی تجلی آپ

کے وجود سے ظاہر ہوگی قرآن قلم سے محفوظ ہوگا اور اس کے علوم کی قلموں کے ذریعہ اشاعت ہوگی اور انسان کامل کو وہ کچھ سکھلایا جائے گا جس کا پہلے نام ونشان نہ تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے تاریخ عالم کے اس بین الاقوامی تغیر عظیم کا ذکر نہایت ولولہ انگیز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

''یورپ کے پاس کوئی ایک چیز بھی نہ تھی۔ اس نے جو کچھ سیکھا، سپین کے مسلمانوں سے سیکھا اور سپین نے جو کچھ سیکھا اور شام والوں نے جو کچھ سیکھا، قرآن سے سیکھا پس دنیا کے تمام علوم قرآن سے ہی ظاہر ہوئے ہیں اور اب قیامت تک جس قدر قلمیں چلیں گی قرآن کریم کی خدمت اور اس کے بیان کردہ علوم کی ترویج کے لئے ہی چلیں گی'' (''تفسیر کبیر'' جلد ۹ صفحہ ۲۷۳)

نیز فرمایا:-

''درخت کا پھیلاؤ خواہ کسقدر بڑھ جائے بیج کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اسی طرح علوم خواہ کس قدر ترقی کر جائیں سہرا مسلمانوں کے سر ہی رہے گا۔ اور مسلمانوں کا سر قرآن کریم کے آگے جھکا رہے گا کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جس نے اعلان کیا کہ **علّم بالقلم** اب دنیا کو قلم کے ذریعہ علوم سکھانے کا وقت آگیا ہے'' (ایضاً)

اگرچہ اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں مسلم دنیا سائنس اور علوم جدیدہ کو شجرہ ممنوعہ سمجھنے کے باعث ظلمت کدہ کا نظارہ پیش کر رہی تھی مگر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے معرکہ آراء لٹریچر سے ثابت کردکھایا کہ قرآن مجید ہر قسم کے علوم کا بحر ناپیدا کنار ہے۔ دیگر مسلمانوں کے مذہبی زعماء کے برعکس قرآن مجید سے عہد حاضرہ کے علوم اور ایجادات کا ثبوت دے کر حقانیت رسول عربیؐ پر گویا دن چڑھا دیا۔ آپ کے بعد خلفاء احمدیت نے قرآن سے موجودہ علوم کے بارہ میں ایسے ایسے انکشافات فرمائے ہیں کہ مغرب کے دانشوروں کی آنکھیں بھی چکا چوند ہوگئیں اور ڈاکٹر مورس بوکائی (فرانسیسی دانشور) کی کتاب ''دی بائبل، دی قرآن اینڈ سائنس'' میں قرآنی حقائق کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ کتاب کی اشاعت سے مدتوں قبل جماعت احمدیہ پوری

قوت وشوکت سے پیش کرتی آرہی ہے جس پر جماعتی لٹریچر گواہ ہے۔ مثال کے طور پر یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ دسمبر ۱۹۵۷ء میں سیدنا مصلح موعودؓ کی ''تفسیر صغیر'' منظر عام آئی جس کے حواشی میں مذہب اور جدید سائنس کے علوم کی نسبت قرآن کی بے شمار آیات سے حیرت انگیز رنگ میں استنباط کیا گیا ہے جس کے اندازہ کیلئے ''تفسیر صغیر'' کے انڈیکس پر سرسری نظر ڈالنا ہی کافی ہے۔ (اسی نقطہ نگاہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ترجمہ قرآن کا مطالعہ ضروری ہے) امریکن خلانوردوں کی گاڑی پہلی بار ۲۰ جولائی ۱۹۶۹ء کو چاند پر پہنچی مگر حضور انور نے ''تفسیر صغیر'' میں چودہ سال قبل قرآن کی روشنی میں واضح فرمادیا کہ قرآن نے کائنات کی دوسری مخلوق سے رابطہ کی بھی خبر دی ہے اور سورہ رحمٰن میں بتایا گیا ہے کہ راکٹ زیادہ سے زیادہ ان سیاروں تک پہنچ سکیں گے جو زمین سے کھلی آنکھ سے نظر آتے ہیں (اور وہ بھی زمین ہی کے ماحول کو اپنے ساتھ وابستہ کرکے) چنانچہ آیت واذالارض مدّت (الانشقاق:۴) کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

> ''یعنی اس زمانہ میں یہ ثابت ہو جائے گا کہ بہت سے کرّے جو بظاہر آسمان کے ساتھ وابستہ نظر آتے ہیں وہ زمین کا حصہ ہیں جیسے چاند اور مریخ وغیرہ۔ یہ سائنس کا انکشاف اس زمانہ میں ہوا ہے پہلے نہیں ہوا تھا بلکہ مزید بات یہ ہے کہ ان کرّوں کو زمین کا حصہ سمجھ کر بعض لوگ یہ کوشش کررہے ہیں کہ راکٹ کے ذریعہ ان تک پہنچ جائیں یا اُن کو بھی رہائش کے لحاظ سے زمین کا ہی حصہ ثابت کردیں۔ اگر یہ ہو جائے یا بعض لحاظ سے چاند اور دوسرے کرّوں سے ایسے فائدے اٹھائے جاسکیں جس سے زمین متمتع ہو تو اس کا مفہوم یہی ہوگا کہ زمین پھیل گئی ہے۔''

قرآن مجید نے قیامت تک کے لئے آنحضرت ﷺ کا ایک ایسا واقعہ ریکارڈ فرمایا ہے جو مشہور عالم سفر معراج کے بعد پیش آیا اور بتایا سائنس خواہ کتنی ترقی کرلے، قیامت تک اس میں بیان فرمودہ صداقت کو غلط ثابت نہیں کرسکے گا کیونکہ وہ چٹان کی طرح غیر متزلزل ہے۔ یہ واقعہ سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۳ میں مذکور ہے اور وہ یہ کہ قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

آسمان پر چڑھ جانے کا مطالبہ کیا جس پر خالق کائنات کا شاہی فرمان نازل ہوا۔

"قل سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسول" (آیت ۹۳)

حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک الفاظ میں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "کہہ دے میرا رب پاک ہے۔ میں تو ایک انسان رسول ہوں۔ انسان اس طرح اڑ کر کبھی آسمان پر نہیں جاتے۔ یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے" (الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۴)

حال ہی میں جلالت الملک شاہ فہد بن عبدالعزیز کی طرف سے سعودی حکومت نے "قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر" شائع کیا ہے جس کے صفحہ ۷۹۲ میں آیت کی تفسیر میں لکھا ہے "جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہی ہوں۔ کیا کوئی بشر ان چیزوں پر قادر ہے؟"

بہرحال حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ یہ صداقت ہمیشہ جگمگاتی رہے گی۔

مجمع البحرین علم و معرفت جامع الآسمین ابر خاورے
سالکاں را نیست غیر از وے امام رہرواں را نیست جز وے رہبرے

عالم باطن در باطن کا غیر فانی شاہکار

اب تک ہم نے قرآن مجید کی روشنی میں عالم ظاہر و باطن یعنی سائنس کے اعتبار سے آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے علمی کمالات پر روشنی ڈالی ہے۔ اب قرآن مجید ہی کی رہنمائی سے عالم باطن در باطن کے ایک غیر فانی شاہکار کا ذکر کرتے ہیں۔ ہماری مراد آنحضرت ﷺ کی عدیم النظیر سیر نورانی یعنی معراج سے ہے۔ جو وحی، الہام اور کشف کے انوار و برکات سے اس طرح لبریز ہے جس طرح آسمان ستاروں سے اور سمندر پانی کے قطروں سے پُر ہیں۔

قرآن مجید اور معراج کا نورانی سفر

کتاب اللہ کا علمی معجزہ دیکھئے کہ سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں معراج کا بیان ہی "سبحان" کی صفت سے ہوا ہے جس میں آیت "سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولا" کی طرف

اشارہ مقصود ہے ازاں بعد ''بـعـبـده'' کا لفظ ہے اور بالکل یہ لفظ اللہ جلشانہ، نے سورہ نجم آیت ۱۱ میں ذکر کر کے کیفیت معراج پر بایں الفاظ روشنی ڈالی ہے کہ ''فاوحیٰ الیٰ عبده ماا وحی ''یعنی ''اُس نے اپنے بندے کی طرف وہ وحی کیا جو وحی کیا'' سورہ بنی اسرائیل ہی میں جناب الٰہی نے معراج کو ''الرؤیا'' قرار دے کر سب حقیقت کھول دی۔ کیونکہ قرآن کی مشہور لغت ''مفردات امام راغبؒ'' کے مطابق رؤیاء کے معنی صرف اور صرف خواب کے ہیں ''(مایری فی المنام)''۔ حضرت امام الحافظ ابن حجرؒ عسقلانی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ) نے صحیح بخاری کی شہرہ آفاق شرح فتح الباری کتاب التفسیر (سورہ اسراء) میں زبان عربی کے چوٹی کے فاضل و ادیب علامہ حریری کا یہ قول نقل کیا ہے ''انما یقال رؤیافی المنام و اما التی فی الیقظه فیقال رؤیة''۔ اس طرح واضح لفظوں میں انکشاف فرمایا گیا کہ سفر معراج کا مھبط آنحضرت ﷺ کا قلب مبارک تھا جو عالم باطن در باطن کا مسلمہ مرکز ہے اور نبیوں کی رؤیاء کے وحی ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے (بخاری۔ ترمذی۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر مدارک۔ مدارج السالکین) اس ضمن میں یہ واضح کر کے دن چڑھا دیا کہ ''ما کذب الفوا د مارای (النجم) یعنی دل نے جھوٹ بیان نہیں کیا جو اس نے دیکھا۔ قرآن کریم کا یہ بھی کمال ہے کہ اس نے ''عبدہ'' کہہ کر آنحضرت ﷺ کو عبودیت کے بلند ترین منصب پر ممتاز فرمایا اور ساتھ ہی بار بار بتایا کہ جس طرح خدا زمین و آسمان کا نور ہے اسی طرح آپ کی شان عبودیت اس درجہ ارفع اور اعلیٰ ترین مقام تک پہنچ چکی ہے کہ آپ بھی سرتاپا نور بن گئے ہیں۔ چنانچہ سورۂ مائدہ آیت ۱۵ میں ''قد جاء کم من اللہ نور '' کی منادی کی گئی ہے اور یہی نہیں اس سبحان خدا نے جس نے آپ کو سیر معراج کرائی۔ آپ کو سورج سے تشبیہ دیکر اعلان عام فرمایا ہے کہ آنحضرت کی ذات اقدس نہ صرف مجسم نور ہے بلکہ آنحضرتؐ کی قوت قدسی آپ سے وابستہ ہر اک کو نور بنا دیتی ہے۔ قرآن مجید نے شان عبودیت کی اس جلوہ گری کو ایک اور رنگ میں بھی بے نقاب کیا ہے چنانچہ خاتم الکتب نے موسوی شریعت کے آخری نبی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو ''زکی'' کہا ہے، وہاں خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ جمعہ میں ''مزکی''، یعنی زکی بنا دینے والے عظیم نبی کی حیثیت سے پیش فرمایا ہے اور یہ بھی

آفتاب محمدی ہی کی ضیاء پاشیوں کا ایک درخشندہ پہلو ہے۔ المختصر اللہ جلشانہ نے آپ کو سراج منیر کا لقب دے کر معراج کے خاکی اور مادی ہونے کے تخیل کو ضرب کاری لگا دی ہے اور اس کے نورانی سفر ہونے پر ابدی مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کیا خوب فرماتے ہیں ۔

آں شہء عالم کہ نامش مصطفیٰ
سید عشاق حق شمس الضحیٰ
آنکہ ہر نورے طفیل نورے اوست
آنکہ منظور خدا منظور اوست

نور محمدی کی ازلی شان

آنحضرت ﷺ کے بلند پایہ صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ (ولادت ۶۰۲ء۔ وفات ۶۹۶ء) سے روایت ہے۔

''......میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش......''۔

(مسند عبدالرزاق۔ بحوالہ ''نشر الطیب'' از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ ۶ ناشر تاج کمپنی لاہور)

دوسری روایت حضرت عرباض بن ساریہؓ سے ہے کہ

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں حق تعالیٰ کے نزدیک

خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا)''۔

(مسند احمد، بیہقی، حاکم، مشکوۃ ۔ بحوالہ ''نشر الطیب'' از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ ۷-۸)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس حقیقت کو عشق رسولؐ میں ڈوبے ہوئے الفاظ اور دلآویز انداز میں یوں بیان فرمایا ہے۔

''وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو، وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسان کاملؐ میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔

(آئینہ کمالات اسلام)

آپ کا یہ عارفانہ شعر اسی بیان کا لطیف در لطیف خلاصہ ہے ۔

او طفیل اوست نور ہر نبی　　　　نام ہر مرسل بنام او جلی

یعنی ہر ایک نبی کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے طفیل ہے اور ہر رسول کا نام حضورؐ ہی کی برکت سے منور ہے۔

تین مکاتیب فکر

قرن اول سے اب تک معراج کی نسبت تین مکاتیب فکر مسلم سکالرز میں مروج ہیں:۔

1۔ حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ اور حضرت حسن بصریؒ جیسے اکابر امت کا عقیدہ تھا کہ یہ عالم روحانی میں ہوا اور جیسا کہ یہ ذکر آچکا ہے حضرت ام المؤمنین تو پورے یقین اور جلال سے فرمایا کرتی تھیں کہ دوران معراج آنحضورؐ کا جسد مبارک یہیں تھا۔ خادم الرسول حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ معراج کا آغاز دوسرے نبیوں کی مانند ایسی کیفیت

میں ہوا کہ آنحضرت کا قلب بیدار تھا مگر آنکھ سوئی ہوئی تھی (تفسیر ابن کثیر۔آیت اسراء)

2- صحابہ اور سلف صالحین کی ایک بھاری جماعت کے نزدیک اسراء عین بیداری میں روح وجسم دونوں کے ساتھ ہوا تھا۔

3- ایک تیسرے طبقہ کے نزدیک واقعہ اسراء بیت المقدس تک مع جسم کے بیداری کے ساتھ ہوا لیکن آنحضرت ﷺ بیت المقدس سے آسمان تک عالم خواب میں روح کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔

(تاریخ الخمیس ''قصہ معراج'' تالیف قاضی مکہ ومورخ اسلام حضرت الشیخ حسین الدیار بکری متوفی 996ھ/1550ء)

مورخ اسلام حضرت حسین الدیار بکری کی ''تاریخ الخمیس'' سے یہ بھی ثابت ہے کہ دسویں صدی ہجری تک بعض مشاہیر امت کا یہ نظریہ بھی سند قبولیت پا چکا تھا کہ معراج دوبار ہوا۔ایک بار نیند میں اور دوسری مرتبہ بیداری میں اور وہ اس طرح کہ وحی سے قبل اللہ عزوجل نے جو حقیقت خواب میں منکشف فرمائی اسے آغاز وحی کے ایک سال بعد بذریعہ معراج بیداری میں دکھلا دیا گیا۔

حضرت علامہ نے معراج کے مقام قاب قوسین او ادنیٰ کے بارہ میں اپنا واضح مسلک یہ پیش فرمایا ہے کہ اس سے مراد منزلت اور مرتبت کا قرب ہے نہ مکان کا ''فانہ تعالیٰ منزہ عنہ'' وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مکان کی حد بندیوں سے بالکل منزہ ہے۔

(''تاریخ الخمیس'' جلد 1 صفحہ 311 مطبوعہ موسسہ شعبان بیروت)

روایات میں بیت المقدس کے الصخرہ سے معراج سماوی کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے۔ علامہ حسین الدیار بکری نے اس کا ذکر بھی اپنی تاریخ میں خاص اہتمام کے ساتھ کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی الصخرہ سے فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ ارواح مومنین کا عروج وصعود الی السماء بھی اسی سے ہوتا ہے۔(صفحہ 310)

امت کے اہل کشف بزرگ اور سفر معراج

تصوف اسلام کی تیرہ سو سالہ تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ امت کے اہل کشف بزرگوں نے سفر معراج کو نور محمدی یا روح ہی کا سفر قرار دیا ہے خصوصاً مسلم سپین کے نامور صوفی

حضرت ابن عربیؒ نے اپنی تفسیر میں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "التفہیمات الالٰہیہ" میں اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اسی نظریہ کی تائید فرمائی ہے اور جیسا کہ مجدد اسلام حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی روایات معراج میں لکھا ہے کہ "لقی ارواح الانبیاء علیھم السلام" (درمنثور جلد 4 صفحہ 114) حضرت سلطان الاولیاء شیخ علی ہجویری داتا گنجؒ نے کشف المحجوب باب الروح میں یہی تصریح فرمائی ہے کہ شب معراج میں بشمول حضرت سیدنا عیسیٰؑ سب نبیوں کی ارواح ہی سے ملاقات ہوئی تھی۔

تمام بزرگ صوفیا کے لٹریچر میں سفر کی اصطلاح حق تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ کا نام ہے۔ ان کے نزدیک سلوک کی راہ میں چار سفر ہیں:۔

۱۔ سیر الی اللہ۔ (منازل نفس سے افقِ مبین کی طرف)

۲۔ سیر فی اللہ۔ (صفات الٰہیہ سے متصف ہو کر افقِ اعلیٰ کی طرف)

۳۔ مقام قاب قوسین۔ (حضرت احدیت کی طرف عروج۔ جس کے بعد مقام او ادنی ہے جو ولایت کی انتہا ہے)

۴۔ سیر باللہ۔ (فنا سے مقام بقاء تک)

امت مسلمہ کے بلند پایہ اہل کشف اولیاء کے نزدیک سدرۃ المنتہیٰ، افق مبین، بیت المقدس اور بیت الحرام بھی روحانی وکشفی اصطلاحیں ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "اصطلاحات الصوفیہ" از حضرت کمال الدین الکاشی السمرقندی متوفی 730)

بزرگ صوفیاء بہشت سے مراد وحی والہام لیتے ہیں۔ ان کی اصطلاح میں عالم مثال سے عالم اجسام میں ظہور نزول اور عالم اجسام سے حضرت احدیت جل شانہٗ کی طرف ترقی عروج کہلاتا ہے۔ (اصطلاحات صوفیہ از "حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فریدی چشتی" صفحہ ۲۲۔۷۹) حضرت ابوسہل بن عبداللہ تستریؒ (متوفی ۲۸۳ھ) نے فرمایا کہ معراج میں آنحضرتؐ نے بیت المعمور کا جو نظارہ دیکھا اس کا مطلب عارفوں کے دل ہیں جو خدا کی معرفت ومحبت سے لبریز رہتے ہیں۔ وہی بیت التوحید ہیں جن کا حج فرشتے کرتے ہیں

پھر سورۂ نجم کی آیت ماکذب کی تفسیر میں یہ ایمان افروز نکتہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے رب کا مشاہدہ اپنے دل کی آنکھ سے فرمایا اور جہاں حضرت موسیٰؑ تجلی طور کی تاب نہ لاتے ہوئے غش کھا کے گر گئے وہاں آنحضرت ﷺ اپنی قلبی قوت اور بلند مقام اور علودرجہ کے باعث اپنی چشم بصیرت سے جلوہ ربانی دیکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

(''تفسیر القرآن العظیم'' صفحہ ۹۵۔۹۶ از حضرت تستری۔ ناشر ''الکتب العربیۃ الکبری مصر سال اشاعت ۱۳۲۹ھ) آپ نے اپنی تفسیر میں سدرۃ المنتھیٰ سے مراد وہ مقام لیا ہے جہاں سب علوم انتہا تک پہنچتے ہیں۔

قطب دوران غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے

واجلسنی فی قاب قوسین سیدی

علی منبر التخصیص فی حضرت المجدی

میرے آقا نے مجھ کو قاب قوسین کے مقام پر بٹھایا، اس منبر خاص پر جو دربارِ مجد میں ہے۔

لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ قلندر علی شاہ سہروردیؒ نے برسر محفل فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر معراج کا عالم رویا میں مشاہدہ کیا ہے۔ (''علم لدنی یا علم الٰہی'' از سید محمد ریاض الدین سہروردی صفحہ 103 بحوالہ ''سیرت النبی بعد از وصال النبی'' جلد چہارم صفحہ 218 مؤلفہ محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ اسلام آباد۔ ناشر فیروز سنز۔1998ء)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ''فوائد الفواد'' میں ہے کہ ''آپ نے ایک بار فرمایا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے میں نہیں جانتا کہ آیا شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش وکرسی اور بہشت و دوزخ کے پاس لے جایا گیا یا یہ سب چیزیں وہاں پہنچا دی گئیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے۔ یہ بتانے کے بعد حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ سب چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے لائی گئیں تو اس سے حضورؐ کا مرتبہ بلند تر ہو جاتا ہے۔ یہی مذہب حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔"

حضرت سرمدؒ (جو اسی عقیدہ کی بناء پر جامع مسجد دہلی کے سامنے شہید کئے گئے) پوری عمر پرچم حسینؑ لہراتے اور پوری شان سے یہ فرماتے رہے کہ

سرمد گوید فلک بہ احمدؐ در شد

("رودِ کوثر" صفحہ 390، 391)

یعنی علمائے ظواہر تو یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے مگر سرمد کہتا ہے کہ خود آسمان حضورؐ کی خدمت میں حاضر کئے گئے۔

لیکن تحریکِ احمدیت کا تصورِ معراج اس سے بھی بہت بلند، بہت اعلیٰ اور بہت ارفع ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ آیت دنی فتدلی کے تفسیری ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اور وہ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کے اس اضطراب کو دیکھ کر اور ان پر رحم کر کے خدا سے ملنے کے لئے) اس کے قریب ہوئے اور وہ (خدا) بھی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں) اوپر سے نیچے آ گیا۔" ("تفسیر صغیر" سورۃ نجم: 9)

بالفاظِ دیگر حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت سرمدؒ جیسے اکابر صوفیاء اور مقربان بارگاہ الٰہی کے نزدیک تو آسمان آنحضرتؐ کے حضور حاضر ہوئے مگر تحریک احمدیت کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ آسمان اور جنت اور عرش اور قلم ہی نہیں بلکہ عرش کا خدا بھی اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشوائی اور استقبال کے لئے نیچے اتر آیا اور قلب محمدؐ پر اس نے اپنے جمال و جلال کے تخت قائم کر لئے۔

حضرت بانی جماعت احمدیہؑ اسی نکتۂ معرفت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال

چوں دلِ احمدؐ نمے بینم دگر عرشِ عظیم

خواہ کوئی مجھے ملحد اور گمراہ ہی کہہ دے مگر میں تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل سے

بڑھ کر اور کوئی عرشِ عظیم نہیں دیکھتا۔

الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکہ آراء اور پُر معارف تصنیف ''فصوص الحکم'' میں حضرت ابو یزید بسطامیؒ کا یہ بیان ہمیشہ کے لئے ریکارڈ کر دیا ہے کہ عارف باللہ پر ایسا مقام بھی آتا ہے کہ اگر عرش اور اس کے ماحول کی کائنات دس کروڑ بار بھی اس کے دل کے گوشہ میں سما جائے تو وہ محسوس نہیں کرے گا۔ سبحان اللہ جب شہ لولاکؐ کے ادنیٰ غلاموں کے قلوب کا یہ عالم ہے تو قلب محمدی کی غیر محدود اور معجز نما وسعتوں کو خالقِ حقیقی کے سوا بھلا کون جان سکتا ہے؟؟

عرفانِ معراج کے لئے نور نبوت کی ضرورت

سفر معراج کا ذکر خدائے ذوالعرش نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے اور قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ لایمسہ الا المطھرون یعنی مطہر لوگ ہی اس کا عرفان رکھتے ہیں اور حدیث نبوی میں مطہر سے مراد صاحب الہام نفوس ہیں (جامع الصغیر للسیوطیؒ) اسی طرح حضرت امام جعفر صادقؒ جیسی مقدس و برگزیدہ شخصیت (جن پر آیات قرآنی کا نزول حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کی ''تذکرۃ الاولیاء'' سے بالبداہت ثابت ہے) فرماتے ہیں:۔

"کتاب اللہ علی اربعۃ اشیاء. العبارۃ و الاشارۃ واللطائف والحقائق. فالعبارۃ للعوام والاشارۃ للخواص. واللطائف للاولیاء والحقائق للانبیاء."

(عرائس البیان جلد 1 صفحہ 3-4 از حضرت الشیخ الکامل ابومحمد روز بھان ابن ابی النصر البقلی۔ المتوفی 606ھ)

یعنی کتاب اللہ چار چیزوں پر مشتمل ہے (1) عبارت (2) اشارت (3) لطائف (4) حقائق عبارت عوام کے لئے، اشارت درگاہ الٰہی کے خاص مقربوں کے لئے، لطائف اولیاء کے لئے اور قرآنی حقائق نبیوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے اس ضمن میں یہ لطیف نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ''رسول کے مقام کے بارہ میں صرف رسول کو اور نبی کے مقام کے بارے میں صرف نبی کو گفتگو کرنی

چاہیئے۔ جب انبیاء علیہم السلام کے مقام کا ہمیں ذوق اور آشنائی ہی نہیں تو ہم اس بارے میں گفتگو ہی کیا کر سکتے ہیں۔"

(ترجمہ از الیواقیت والجواہر جلد 2 صفحہ 47۔ صفحہ 72 بحوالہ "اسلام کا تصور نبوت" صفحہ 55 از حکیم محمود احمد ظفر صاحب شائع کردہ تعمیری کتب خانہ لاہور۔ طبع دوم 1999ء)

ان تصریحات سے صرف ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآنی حقائق جن میں معراج نبوی کی آیات کو غایت درجہ اہمیت حاصل ہے، نور نبوت کے بغیر نہیں کھل سکتے اور ان تک رسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی عاشق صادق اور بروز کامل حاصل کر سکتا ہے جو اپنی والہانہ عقیدت کے براق سے تیرہ صدیوں کا فاصلہ طے کر کے بارگاہ محمدیت تک پہنچا اور شہنشاہ نبوت کے نورانی چہرہ کو اپنی کشفی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو اور یہی بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ ہے چنانچہ آپ نے اپنے پُر کیف قصیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کرتے ہوئے عرب وعجم پر انکشاف فرمایا ہے کہ

واللّٰہ ان محمدًا کردافۃ

وبہ الوصول بسدۃ السلطان

واللہ انی قد رأیت جمالہ

بعیون جسمی قاعدًا بمکانی

ورأیت فی ریعان عمری وجہہ

ثم النبی بیقظتی لاقانی

اللہ کی قسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دربار خداوندی کے گویا وزیر اعظم ہیں اور صرف آپ ہی کے طفیل دربار سلطانی تک رسائی ممکن ہے۔ بخدا میں نے آپ کے حسن و جمال کو اپنی ظاہری آنکھوں سے اپنے مکان میں بیٹھے دیکھا ہے۔ میں نے آغاز جوانی میں ہی آپ کا چہرۂ مبارک دیکھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری کی حالت میں مجھے اپنی ملاقات کا شرف بخشا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا وجد آفریں تصور معراج

قبل اس کے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود و مہدی مسعودؑ کے مقدس الفاظ میں تصور معراج پیش کروں، آپ ہی کے قلم سے سائنس، مذہب اور کشف والہام سے متعلق ایک اہم نوٹ پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور بروزِ کامل ہونے کی وجہ سے صاحب تجربہ ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

''یہ ایک فیصلہ شدہ بات ہے کہ اگر علم سائنس یعنی طبعی خدا تعالیٰ کے تمام عمیق کاموں پر احاطہ کر لے تو پھر وہ خدا ہی نہیں۔ جس قدر انسان اس کی باریک حکمتوں پر اطلاع پاتا ہے وہ انسانی علم اس قدر بھی نہیں کہ جیسے ایک سوئی کو سمندر میں ڈبویا جائے اور اس میں کچھ سمندر کی پانی کی تری باقی رہ جائے اور یہ کہنا کہ اس کی تمام باریک قدرتوں پر اطلاع پانے کے لئے ہمارے لئے راہ کشادہ ہے اس سے زیادہ کوئی حماقت نہیں۔ باوجودیکہ ہزارہا قرن اس دنیا پر گذر چکے ہیں پھر بھی انسان نے صرف اس قدر خدا کی حکمتوں پر اطلاع پائی ہے جیسا کہ ایک عالمگیر بارش میں سے صرف اس قدر تری جو ایک بال کی نوک کو بمشکل تر کر سکے۔ پس اس جگہ اپنی حکمت اور دانائی کا دم مارنا جھوٹی شیخی اور حماقت ہے۔ انسان باوجودیکہ ہزارہا برسوں سے اپنے علوم طبعیہ اور ریاضیہ کے ذریعہ سے خدا کی قدرتوں کے دریافت کرنے کے لئے جان توڑ کوششیں کر رہا ہے مگر ابھی اس قدر اس کے معلومات میں کمی ہے کہ اس کو نامراد اور ناکام ہی کہنا چاہئے۔ صدہا اسرار غیبیہ اہل کشف اور اہل مکالمہ الٰہیہ پر کھلتے ہیں اور ہزارہا راستباز ان کے گواہ ہیں مگر فلسفی لوگ اب تک ان کے منکر ہیں جیسا کہ فلسفی لوگ تمام مدار ادراک معقولات اور تدبر اور تفکر کا دماغ پر رکھتے ہیں مگر اہل کشف نے اپنی صحیح رویت اور روحانی تجارب کے ساتھ معلوم کیا ہے کہ انسانی عقل اور معرفت کا سرچشمہ دل ہے جیسا کہ میں پینتیس برس سے اس

بات کا مشاہدہ کر رہا ہوں کہ خدا کا الہام جو معارف روحانیہ اور علوم غیبیہ کا ذخیرہ ہے دل پر ہی نازل ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایک ایسی آواز سے دل کا سرچشمۂ علوم ہونا کھل جاتا ہے کہ وہ آواز دل پر اس طور سے بشدت پڑتی ہے کہ جیسے ایک ڈول زور کے ساتھ ایک ایسے کنویں میں پھینکا جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہے۔ تب وہ دل کا پانی جوش مار کر ایک غنچہ کی شکل میں سربستہ اوپر کو آتا ہے اور دماغ کے قریب ہو کر پھول کی طرح کھل جاتا ہے اور اس میں سے ایک کلام پیدا ہوتا ہے وہی خدا کا کلام ہے۔ پس ان تجارب صحیحہ روحانیہ سے ثابت ہے کہ دماغ کو علوم اور معارف سے کچھ تعلق نہیں ہاں اگر دماغ صحیح واقعہ ہو اور اس میں کوئی آفت نہ ہو تو وہ دل کے علوم مخفیہ سے مستفیض ہوتا ہے اور دماغ چونکہ منبت اعصاب ہے اس لئے وہ ایسی کل کی طرح ہے جو پانی کو کنویں سے کھینچ سکتی ہے اور دل وہ کنواں ہے جو علوم مخفیہ کا سرچشمہ ہے۔ یہ وہ راز ہے جو اہل حق نے مکاشفات صحیحہ کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے جس میں میں خود صاحب تجربہ ہوں۔" (''چشمۂ معرفت'' صفحہ 271 طبع اول)

اس بصیرت افروز اقتباس کی روشنی میں صاحب المعراج کے ''احقر الغلمان'' کا عارفانہ تصور معراج ملاحظہ ہو۔ فرمایا:۔

ا۔ ''سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہئے۔ ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے۔ پس چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناطقہ کی اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی اور انتہائی نقطہ تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے وہ اپنی معراجی سیر میں معمورہ عالم کے انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے، پہنچ گئے۔ سو درحقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے۔ میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے

اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشف میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔" ("ازالہ اوہام" حصہ اول صفحہ 47، 48 حاشیہ)

۲. "مِعْرَاجُ رَسُوْلِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَمْرًا اِعْجَازِيًّا مِنْ عَالَمِ الْيَقْظَةِ الرُّوْحَانِيَّةِ اللَّطِيْفَةِ الْكَامِلَةِ فَقَدْ عُرِجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجِسْمِهٖ اِلَى السَّمَاءِ وَهُوَ يَقْظَانُ لَا شَكَّ فِيْهِ وَلَا رَيْبَ وَلٰكِنْ مَعَ ذٰلِكَ مَا فُقِدَ جِسْمُهٗ مِنَ السَّرِيْرِ كَمَا شَهِدَ عَلَيْهِ بَعْضُ اَزْوَاجِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ." (حمامة البشریٰ صفحہ 34)

یعنی ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج لطیف اور کامل روحانی بیداری کے عالم کا ایک اعجازی واقعہ ہے۔ آپ جسم سمیت آسمان کی طرف اٹھائے گئے درآنحالیکہ آپ بیدار تھے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن بایں ہمہ حضور کا جسم مبارک چارپائی پر موجود رہا جیسا کہ آپ کی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے شہادت دی ہے۔" (یہاں حضرت ام المؤمنین عائشہ کی طرف اشارہ ہے جن کا یہ حلفیہ بیان اسلامی لٹریچر میں صدیوں سے محفوظ ہے کہ خدا کی قسم واقعہ معراج کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر یہیں موجود تھا)

۳۔ "ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا تھا مگر اس میں جو بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ صرف ایک معمولی خواب تھا سو یہ عقیدہ غلط ہے اور جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ معراج میں آنحضرت اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے سو یہ عقیدہ بھی غلط ہے بلکہ اصل بات اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ معراج کشفی رنگ میں ایک نورانی وجود کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ ایک وجود تھا مگر نورانی۔ اور ایک بیداری تھی مگر کشفی اور نورانی جس کو اس دنیا کے لوگ نہیں سمجھ سکتے مگر وہی جن پر وہ کیفیت طاری ہوئی ہو ورنہ ظاہری جسم اور ظاہری بیداری کے ساتھ آسمان پر جانے کے واسطے تو خود یہودیوں نے معجزہ طلب کیا تھا جس

کے جواب میں قرآن شریف میں کہا گیا تھا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ کہہ دے میرا رب پاک ہے میں تو ایک انسان رسول ہوں، انسان اس طرح اڑ کر کبھی آسمان پر نہیں جاتے۔ یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے۔'' (الحکم جلد 10 نمبر 21 مورخہ 17 جون 1906ء صفحہ 4)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معرفت سے لبریز بیان صرف وہی قدسی وجود دے سکتا ہے جو کشفی آنکھ اور نور نبوت سے فیض یاب ہو۔ اس نقطہ نگاہ سے ثابت شدہ حقیقت تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ شب معراج میں خدا تک پہنچے، حضرت بانی سلسلہ مصطفیٰ ؐ تک پہنچے اور یہی آپ کا معراج تھا۔

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

قرآنی سائنس کے خلاف نظریہ

جیسا کہ مجدد اسلام حضرت علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ''زاد المعاد'' میں اپنی تحقیق بیان فرمائی ہے، مسلمان دنیا میں حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے کا عقیدہ فیج اعوج کے زمانہ کی پیداوار ہے جبکہ عیسائیوں نے قبول اسلام کے ساتھ اپنا یہ عقیدہ بھی ملت اسلامیہ کے جسم میں داخل کر دیا۔ یہی وہ نظریہ ہے جس کے نتیجہ میں پچھلی صدیوں میں ہزار ہا کلمہ گو فضیلت مسیح کے قائل ہو کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ یہی نہیں جناب ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی (مصنف ''پاکستان میں مسیحیت'' شائع کردہ مسلم اکادمی محمد نگر لاہور) کی سالہا سال کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ ۱۹۵۳ء۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴-۳ء کے بعد جبکہ پاکستانی علماء تکفیر نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایجی ٹیشن کی اور بالآخر جبری قوانین کے نفاذ سے احمدیوں پر وفات مسیح اور دوسرے مخصوص نظریات کی تبلیغ و اشاعت پر پابندی لگوادی تو اس کے نتیجہ میں پاکستان کے مسلمان نہایت تیزی سے عیسائیت کے طوفانوں کی

لپیٹ میں آگئے اور ہر موقع پر ان کی آبادی، ان کے مشنوں، اداروں اور لٹریچر میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور حتیٰ کہ اب یہاں تک نوبت آن پہنچی ہے کہ عالمی عیسائی مشنریوں نے ۱۹۹۷ء کی ایک خفیہ رپورٹ میں پاکستان کو فروغ عیسائیت کے لئے موزوں ترین ملک قرار دیتے ہوئے لکھا

"PAKISTAN IS ONE OF THE MOST OPEN LAND FOR THE GOSPEL"

(''دنیا عیسائیت کی زد میں'' صفحہ ۷۸ مرتبہ محمد انور بن اختر صاحب ناشر مکتبہ ارسلان اردو بازار کراچی اشاعت جولائی ۲۰۰۱ء) جناب محمد انور صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳ پر یہ انکشاف کیا ہے کہ قاھرہ میں ۴ تا ۱۹ اپریل ۱۹۰۶ء کو پادری زویمر ایڈیٹر مسلم ورلڈ کی تحریک پر مسلمانوں میں اشاعت عیسائیت کے طریقوں پر ایک وسیع کانفرنس منعقد ہوئی جس کی اشاعت خفیہ رکھی گئی اور صرف مشنری حلقوں تک اسے محدود رکھا گیا جس میں مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے جو ہدایات دی گئیں۔ ان میں ایک اہم ہدایت دنیا بھر کے پادریوں کو یہ دی گئی کہ ''ایک زندہ بچانے والا نہ کہ ایک مردہ پیغمبر'' تمہاری منادی کا جزو اعظم ہونا چاہئے۔ (ایضاً صفحہ ۲۵ تا ۳۲)

ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی اپنی کتاب ''پاکستان میں مسیحیت'' کے صفحہ ۲۳۶ پر اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ ''بعض لوگ اس کا یہ جواب دیتے ہیں..... کہ ایک ترازو کے پلڑوں میں ایک طرف آدھ کلو کا اور دوسری طرف ایک کلو کا باٹ رکھا جائے تو وزنی باٹ کا پلڑہ نیچے کی طرف آئے گا اور نسبتاً ہلکا پلڑا اوپر کی طرف جائے گا۔''

خالد احمدیت حضرت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم (وفات دسمبر ۱۹۵۷ء) کے سامنے ایک مناظرہ کے دوران کسی مولوی صاحب نے یہی دلیل پیش کی تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ جب تک مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ مدفون ہیں حضرت عیسیٰ کا آدھ کلو کا بٹا زمین پر نہیں آسکتا۔ اس پر فریق ثانی کے وکیل دم بخود رہ گئے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان کہلانے والا 'عالم دین' اپنی اس لچر اور بیہودہ منطق کو پادریوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو وہ گستاخ رسول ہے کیونکہ وہ بالواسطہ طور پر یہ اعلان کرتا ہے کہ معاذ اللہ ہمارے

پیارے نبی خاتم الانبیا ﷺ جب شب معراج کے دوران آسمان پر تشریف لے گئے تو (خاکم بدہن) آپ کا پاٹ بھی آدھا کلو رہ گیا اور بجائے شان میں اضافہ ہونے کے کمی واقع ہوگئی۔ کوئی سچا عاشق رسول محبوب خداؐ اور شہنشاہ نبوتؐ کی یہ شرمناک توہین ہرگز برداشت نہیں کرسکتا!!!

صاحب المعراج اور معراج کی دردناک مظلومیت

قرآنی سائنس کے خلاف اس نظریہ کے قائلین نے عیسائی مذہب کی تائید کے جوش میں آج تک جو روش اختیار کی ہے اس نے معراج اور صاحب المعراج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلومیت کا ایک ایسا نقشہ ابھرتا ہے کہ ہر عاشق رسول کی روح کانپ جاتی ہے اور آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ معراج کو مادی اور خاکی نظر سے دیکھنے والوں نے اس خدا کے کلام کو پوری بے باکی سے پس پشت ڈال دیا ہے جس نے اپنے حبیبؐ اور شہنشاہ نبوّت کو معراج دکھلایا ہے حالانکہ خدا کے سوا کوئی بھی اس کا عینی شاہد نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً اس جدید دور کے آغاز سے جس میں امریکی خلانورد تسخیر کائنات کی مہم میں چاند تک جا پہنچے ہیں۔

پاکستان میں متعدد ایسی کتابیں شائع کی گئی ہیں جن میں قرآنی حقائق کو طاق نسیاں میں رکھ کر آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت اور کشش ثقل وغیرہ کی تھیوریوں سے معراج کے جسمانی ہونے کا ثبوت دیا گیا ہے جو قرآن سے سراسر بغاوت ہے۔ حالانکہ انہیں برملا اعتراف ہے کہ سائنسی تحقیق و تجسس کا دائرہ محسوسات کی حد تک ہے اور مذہب کا دائرہ تحقیق غیبی امور سے ہے۔ سائنس کی سرحد جہاں ختم ہوتی ہے وہاں سے مذہب شروع ہوتا ہے۔ (''معراج اور سائنس'' صفحہ 251، 252 از آغا اشرف مطبوعہ لاہور 1990ء)

یہ سب ماڈرن طرز کے ادیب اور نام نہاد مذہبی سکالر سرے سے امت مسلمہ میں کشف و الہام اور وحی کو ختم نبوّت کے منافی سمجھتے اور پرویزی مسلک کے حامل ہیں یا ان کا مذہب یہ ہے کہ اصل قرآن امام مہدی لائے گا، موجودہ قرآن محض صحیفہ عثمانی ہے اور یا حنفی

خیال کے ہیں جن کے اکابر نے یہ گستاخانہ فتویٰ دیا کہ:-

"لو رعف فکتب الفاتحة بالدم علی جبهته وانفه جاز للاستشفاء وبالبول ایضًا"

(ردالمحتار علی درالمختار جلد اول صفحہ 154 از ابن عابدین ناشر مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ایضاً امداد الفتاویٰ از تھانوی جلد دوم صفحہ 129 مطبع مجتبائی دہلی 1346ھ)

یعنی (معاذ اللہ) اگر کوئی شخص نکسیر پھوٹنے پر بطور علاج سورہ فاتحہ کو خون سے لکھ کر اپنے ناک اور چہرے سے لکھ لے تو جائز ہے حتیٰ کہ پیشاب کے ساتھ لکھنا بھی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

کون سی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کون سے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار

اس نوع کی ذہنیتوں کے سرچشمہ سے "اسلام اور سائنس"۔ "قرآن، سائنس اور سائنسی حقائق"۔ "قرآن اور جدید سائنس" "سائنسی انکشافات" اور "حضور کو معراج کیسے کرایا گیا" جیسی کتابیں پاکستان میں چھپ چکی ہیں۔ یہ کتابیں ایک طرف تحریک احمدیت کے علم تفسیر اور جدید علم کلام کی بازگشت ہیں تو دوسری طرف حیات مسیح کے حوالہ سے معراج کو جسمانی ثابت کرنے کے لئے تالیف ہوئی ہیں۔ اس ضمن میں میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ پاکستان کے ایک مایہ ناز سکالر جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم سابق صدر پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میٹالرجیکل انجینئرز جیسی شخصیت نے جو نوبل انعام یافتہ اور عالمی شہرت کے حامل پہلے مسلمان سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام جیسے سفیر توحید کی خدمات کے زبردست مداح ہیں، بالکل یہی روش اختیار فرمائی چنانچہ آپ نے اپنی کتاب "قرآن اور جدید سائنس" کے صفحہ 197 پر آیت بل رفعہ اللہ الیہ (النساء 158) لکھ کر تبصرہ کیا ہے کہ

"قرآن اور بائبل (جدید عہد نامہ) اس پہلو پر اتفاق کرتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہے۔۔۔ غرض خداوند یسوع (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ان سے

کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھالیا گیا اور خدا کی داہنی طرف بیٹھ گیا (مرقس کی انجیل باب 16 آیت 20)''

پروفیسر صاحب نے یہ حوالہ درج کرنے کے بعد اگلے صفحہ 198 پر سورہ بنی اسرائیل کی معراج کی نسبت پہلی آیت درج کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

''یہ دونوں واقعات ایک ہی اصول پر مبنی ہیں جو ان میں سے ایک پر یقین رکھتا ہے کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے پر یقین نہ کرے ان دونوں آیات میں اہم حقائق یہ ہیں:-

1۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر موت کے آسمان کی طرف اٹھان جیسا کہ وہ خدا کے بائیں طرف بیٹھ گیا جس کا بائبل کی آیت میں ذکر ہے۔

2۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا تھا۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہ واپس مکہ تشریف لے آئے۔'' (صفحہ 198)

آنحضرت کا سفر معراج کتنے وقت پر مشتمل تھا، اس کی تشریح سعودی عرب میں سے جلالۃ الملک شاہ فہد کی طرف سے چھپنے والے اردو ترجمہ کے صفحہ 765 میں بایں الفاظ کی گئی ہے:-

''چالیس راتوں کا یہ دور دراز سفر پوری رات میں بھی نہیں بلکہ رات کے ایک قلیل حصہ میں ہوا۔''

چونکہ اس نظریہ پر یہ واضح اشکال پیدا ہوتا تھا کہ زمین والوں پر وقت کی رفتار کا کیوں اثر نہیں ہوا اس لئے ایک اور ''محقق'' آغا غیاث الرحمٰن انجم صاحب کو یہ دلچسپ توجیہہ اختراع فرمانا پڑی کہ

''جب حضور کائنات کے جسم سے باہر کائنات آسمانی میں تشریف لے گئے تو کائنات میں سے روح نکل گئی اور یہ ساری کائنات اور کائنات کی تمام چیزیں بے حس وحرکت رہ گئیں۔ نہ کائنات حرکت کرتی ہے اور نہ کائنات کی کوئی چیز بلکہ جو چیز جہاں پر تھی وہیں پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ سورج جس نکتے پر پہنچا تھا اس کی گردش وہیں کی وہیں رہ گئی۔'' (''حضور کو معراج کیسے کرایا گیا''

صفحہ 62 ناشر مکتبہ کاروان کچہری روڈ لاہور۔ تصنیف واشاعت 1975ء)

ایک اور اہل قلم جناب محمد انور بن اختر نے ''واقعہ معراج اور نظریہ اضافیت'' میں اس توجیہہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے

''جب بھی واقعہ معراج کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہمارے یہاں سائنسی حلقوں سے لے کر علمائے کرام تک اسی نظریے کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج پر جانا اور ایک طویل مدت گزار کر واپس آنا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین پر عدم موجودگی میں وقت کا نہ گزرنا نظریہ اضافیت سے ثابت ہے۔ مگر میں اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس کی ٹھوس دلیل چند سطور بعد پیش کی جائے گی۔ تاہم پہلے نظریہ اضافیت سے کماحقہ تعارف حاصل کرلیا جائے تاکہ طبیعیات سے تعلق رکھنے والوں کے ذہن میں نظریہ اضافیت کے نکات تازہ ہوجائیں اور ایک عام قاری کے لئے نظریہ اضافیت کو سمجھنا آسان ہوجائے۔

کہا جاتا ہے کہ موجودہ سائنس انسانی شعور کے ارتقاء کا عروج ہے لیکن سائنس دان اور دانشور یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں کہ انسان قدرت کی ودیعت کردہ صلاحیتوں کا ابھی تک صرف پانچ فیصد حصہ استعمال کرسکا ہے۔ قدرت کی عطا کردہ بقیہ پچانوے فیصد صلاحیتیں انسان سے پوشیدہ ہیں۔ وہ علم جو سو فیصد صلاحیتوں کا احاطہ کرتا ہو، اسے پانچ فیصدی محدود ذہن سے سمجھنا ناممکن امر ہے۔ واقعہ معراج ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے اور علم ہے جو سائنسی توجیہہ کا محتاج نہیں ہے۔''

(''قرآن کے سائنسی انکشافات'' صفحہ 230 ناشر ادارہ اشاعت اسلام E اردو بازار صدر کراچی)

اس تنقیدی نکتہ کو پیش کرنے کے بعد یہ صاحب بھی بہت دور کی کوڑی لائے ہیں یعنی آپ نے آئن سٹائن کے اس نظریہ کے پیش نظر کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل

فی سیکنڈ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرایا۔ براق برق سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں بجلی۔ جس کی رفتار 1,86,000 (ایک لاکھ چھیاسی ہزار) میل فی سیکنڈ ہے۔" (صفحہ 237)

یہ خیال کس درجہ خوفناک اور ہلاکت آفرین ہے، انہی حضرت کے الفاظ میں سنئے۔ فرماتے ہیں:

"ہمارا مشاہدہ ہے کہ روشنی کی رفتار سے بہت کم رفتار پر زمین پر آنے والے شہابیے ہوا کی رگڑ سے جل جاتے ہیں اور فضا ہی میں بھسم ہو جاتے ہیں تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و سلامت اتنا طویل سفر پلک جھپکنے میں کر سکیں۔" (صفحہ 236)

ترکی کے ایک سکالر جناب ڈاکٹر نور باقی نے جو ایک ONCOLOGIST ہیں، 1985ء میں "قرآنی آیات اور سائنسی حقائق" لکھی ہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس دعوٰی کی آپ کا نام لئے بغیر پرزور تصدیق کی ہے کہ "ابھی تک سائنس نے جو دریافتیں کی ہیں وہ سمندر میں ایک قطرے سے زیادہ نہیں۔" (اردو ترجمہ صفحہ 129 ناشر انڈس پبلشنگ کارپوریشن کراچی اشاعت چہارم 1998ء) با ایں ہمہ انہوں نے سائنس ہی کو امام و پیشوا بناتے ہوئے سدرۃ المنتہٰی اور جنت الماویٰ کی یہ تفسیر کی ہے کہ جنت میں کشش ثقل یعنی وزن اور جذب ہونے کی خاصیت بہت کم ہے۔ جنت میں وقت کا تصور بھی کشش ثقل سے اسی طرح مماثلت رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہو تو وقت واقعات کے ساتھ ساتھ ہی ہوتا ہے اسی وجہ سے..... وقت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔" (صفحہ 281)

ان تمام خیال آرائیوں اور مضحکہ خیز ڈھکوسلوں نے اس دجالی عقیدہ کو اور بھی بے پناہ تقویت دے دی کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تو زمانے کے اثرات سے محفوظ رہ کر دو ہزار سال سے خدا کے داہنے ہاتھ میں بیٹھے

ہیں دوسری طرف خود مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق آنحضرتؐ چند سیکنڈ کے لئے خدا کے دربار میں پہنچے مگر خدا نے انہیں راتوں رات زمین پر واپس بھیج دیا۔ایک بھارتی ملا سعید احمد پالن پوری نے 3 ستمبر 1994ء کو بنگلور کے تحفظ ختم نبوت کیمپ میں تقریر کرتے ہوئے گوہر افشانی کی کہ ''اس دنیا سے آسمان پر جانے والی چار ہستیاں ہیں۔حضرت آدم، حضرت حوا، آنحضرت محمدؐ اور حضرت عیسیٰ۔اول الذکر تینوں ہستیاں دوبارہ زمین پر آئیں اور یہیں ان کی وفات ہوئی'' پھر کہا ''حضرت عیسیٰ میں دو شانیں تھیں۔بشریت اور ملکیت اور ملک (فرشتہ) کا آسمان پر جانا آنا ہوتا رہتا ہے۔''(روزنامہ سالار بنگلور 5 ستمبر 1994ء صفحہ 3 کالم 3،4)

ایک بدزبان پادری نے اپنی کتاب ''مسیح کی شان'' (مطبوعہ اپریل 1980ء) میں پوری بے باکی سے لکھا ہے کہ

> ''تمام نبیوں پر موت کا ڈنک چل گیا اور وہ زیر زمین مدفون ہیں۔ان کی قبریں موجود ہیں۔وہ نفخ صور کے منتظر ہیں۔آسمان پر جانے والا بھی صرف وہی ہے...... وہ آسمانی تھا اس نے آسمان پر جگہ پکڑی...... باقی تمام پیوند خاک ہو گئے مگر وہ زندہ ہے اور ابد تک زندہ رہے گا۔اہل اسلام کے مسلمات کی بناء پر وہی ایک زندہ جاوید ہے اور قرآن کہتا ہے **مایستوی الاحیاء والاموات** یعنی زندے اور مردے برابر نہیں (فاطر آیت 21) پس لاریب وہ افضل ہے تمام کائنات سے...... اس کے سوا کوئی نہیں جو زندہ آسمانوں پر رہتا ہو۔''

کوئی ہمیں بتائے کہ ''ختم نبوت'' کے نام نہاد ''محافظ'' عملاً اس کے سوا اور کیا تبلیغ کر رہے ہیں۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

رب العرش اور صاحب معراج سے کھلا مذاق

نصرانیت کے یہ ''سفیر'' معراج کو جس طرح حکایتی رنگ اور فسانوی روپ میں پیش کرتے ہیں اس نے تاریخ اسلام کے اس معجزہ کو بازیچہ اطفال بنا کے رکھ دیا ہے مثلاً

اول:۔ قرآن مجید نے جس خدا کو پیش فرمایا ہے وہ محدود نہیں بلکہ کل کائنات اور اس کی کھربوں بلکہ بے شمار کہکشائیں اس کے دست قدرت میں ہیں۔ وہ ارض وسماء کا مالک ہے اور ہر انسان کے شہ رگ کے بھی قریب ہے جیسا کہ اللہ جلّشانہ وعزّ اسمہٗ کا فرمانا ہے **نحن اقرب الیہ من حبل الورید** (ق:17) یعنی ہم اس (انسان) سے رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اس کے مقابل دیگر مذاہب خصوصاً یہودی ازم نے خدا کا عجیب وغریب حلیہ بتایا ہے چنانچہ ایک مغربی مفکر کیرن آرم سٹرانگ نے اپنی کتاب "A HISTORY OF GOD" میں بتایا ہے کہ اس مذہب کے علمبرداروں نے فلک پیمائی کرتے ہوئے خدا کی ٹانگوں تک کی پیمائش دی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس عجیب وغریب کتاب میں خدا کی پیمائش گڑ بڑا کر دکھ دینے والی ہے۔ ذہن مفلوج ہو کے رہ جاتا ہے۔ بنیادی اکائی فرسنگ 180 کھرب انگلیوں کے برابر ہے اور ہر انگلی زمین کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک محیط ہے۔''

(''خدا کی تاریخ'' ترجمہ اردو صفحہ 173، 174 ناشر نگارشات مزنگ روڈ لاہور۔ 2004ء)

فرانسیسی محقق مسٹر موریس بوکائیے نے اپنی مقبول عام کتاب 'بائبل قرآن اور سائنس' میں رفع مسیح کے باطل عقیدہ کے تضادات پر ضرب کاری لگاتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کا ذکر دو اناجیل میں ہے اور وہ بھی ایک دوسرے سے مخالف جس سے عیسائی از حد بدحواس ہو جاتا ہے۔ مسٹر موریس اگر مزید ریسرچ کرتے تو انہیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوتی کہ امریکہ کی نیشنل کونسل آف چرچز نے 1946ء میں انجیل کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن شائع کیا جس میں مرقس اور لوقا کے متن سے یسوع مسیح کے آسمان پر جانے سے متعلق آیات کو جعلی قرار دے کر خارج کر دیا۔ یہ ایڈیشن تھامس نیلسن اینڈ کمپنی نے بیک وقت ٹورنٹو، نیویارک اور ایڈنبرا سے شائع کیا۔

بہر کیف مسٹر موریس نے مزید لکھا ہے کہ ''فی الحقیقت واقعۃً جسمانی اعتبار سے رفع مسیح ہوا ہی نہیں کیونکہ خدا تو جس طرح بلندیوں پر ہے اسی طرح پستیوں پر ہے۔'' یہ تو سراسر قرآنی نظریہ اور قرآنی سائنس اور فلسفہ ہی کی ترجمانی ہے لیکن قارئین حیران ہوں گے کہ پاکستان کے ایک مسلمان کہلانے والے محترم انجینئر صاحب نے یہ ''کارنامہ'' انجام دے کر یہودیوں کو بھی مات کردیا ہے کہ انہوں نے زمین سے عرش تک کا فاصلہ اور عرش کی وسعت تک مختلف پیمانوں سے ناپ لی ہے جسے ''قرآن کے سائنسی انکشافات'' کے مسلمان مصنف نے ''ایمان افروز سائنسی تحقیق'' قرار دے کر بلکہ وحی ربانی کا درجہ دیتے ہوئے صفحوں کے صفحے سیاہ کرڈالے ہیں۔ تحقیق کے چند نمونے پیش خدمت کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

''زمین کا ایک ہزار سال عرش پر ایک روز کے برابر ہے اور زمین سے عرش تک کا فاصلہ ایک ہزار نوری سال ہے..... زمین سے عرش تک میلوں میں جو فاصلہ بنا وہ تقریباً 60 ہزار کھرب میل ہے۔ جو ایک ہزار نوری سال کے برابر ہے۔'' (صفحہ 443-444)

جناب انجینئر صاحب نے فلک پیمائی کا نیا ریکارڈ قائم کر کے عرش کے رقبہ کی وسعت کا تخمینہ یہ لگایا ہے

''31 ارب 67 کروڑ 47 لاکھ 58 ہزار 4 سو میل (تقریباً 132 ارب میل)''۔ (صفحہ 444)

آپ نے ''چابک دستی'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرش کی ''ضخامت'' کا نقشہ ان بلیغ الفاظ میں کھینچا ہے:۔

''عرش..... سورج کے حجم (VOLUME) سے تقریباً پانچ سو 500 کھرب گنا ہے۔'' (صفحہ 448)

جناب اکبر الہ آبادی اگر آج زندہ ہوتے تو اس صاحبزادہ کو داد تحقیق دیتے ہوئے اپنے اس کلام پر ضرور نظر ثانی فرماتے کہ۔

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز

جغرافیہ میں عرش کا نقشہ نہیں

دوم:- یہ تو ایک ''مسلمان'' ماہر انجینئر کا سائنسی شاہکار ہے۔اب تبلیغی جماعت کے ایک ''مولانا'' کے ایک معرکہ کا احوال سنئے۔آپ نے ایک بار مسند خطابت پر تعلق باللہ سے محروم ازلی ہونے کا کھلا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:-

''ہم تو اللہ کو براہ راست نہیں جانتے۔اللہ براہ راست ہم سے بات نہیں کرتا۔اپنا ہاتھ نہیں دکھاتا۔نہ جنت دکھائی نہ دوزخ دکھائی۔نہ عرش دکھایا نہ آسمان دکھایا۔''

(''دلچسپ اصلاحی واقعات'' صفحہ 390۔ناشر مکتبہ ارسلان کراچی اشاعت اول جولائی 2003ء)

اس حقیقت کو ذہن نشین کر کے اب ''اعلیٰ حضرت'' کے علمی اور سائنسی کمالات ملاحظہ ہوں۔سرور دو عالم کی ولادت باسعادت کے متعلق یوں گوہر افشانی کی ہے۔

''ایک سمندر کی مچھلی نے دوسری سمندر کی مچھلیوں کو جا کر مبارک باد دی کہ کائنات کا سردار آگیا ہے۔'' (صفحہ 391)

سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اشارہ کر کے یہ نکتہ بیان فرمایا کہ:-

''اللہ نے تخت نیچے اتارا عرش کے 70 ہزار پردے ہیں جس پر کوئی مخلوق نہیں پہنچ سکی 70۔ ہزار پردوں کو چیر کر اللہ تعالیٰ نے (آنحضرت کو) اپنے سامنے کیا۔'' (صفحہ 67)

سفر معراج کی روایات میں آنحضرتؐ کے مشاہدہ جنت کا بھی ذکر ملتا ہے۔اس زمانہ کے ظاہر پرست جبہ پوش چونکہ راندہ درگاہ الٰہی ہیں اس لئے خدائے ذوالعرش ان سے ناراضگی کے باعث ہم کلام نہیں ہوتا اس لئے ماوراء الطبعیات کے بیان میں اپنے خیالی جوہر خوب دکھلاتے ہیں اسی لئے ''علامہ موصوف'' نے ایک دفعہ جنت کا منظر پیش کرتے ہوئے بتایا کہ جنت میں ستر ہزار دروازوں والا مرجان شہر ہے۔اس کے ایک محل میں 70 ہزار کمرے ہیں۔ہر کمرے میں ستر ہزار چارپائیاں ہیں۔ہر چارپائی پر ستر بستر لگے ہوئے ہیں۔(صفحہ 559 تا 565)

ع ناطقہ سر بگریباں اسے کیا کہئے

سوم:- معراج نبویؐ (فداہ ابی وامی، روحی وجنانی) کا نقطہ جمال وکمال کیا تھا؟ اس پر

بھی صدیوں قبل قرآن مجید کو مصحف عثمان کہنے والے حلقوں میں خوب طبع آزمائی ہوئی اور اس کے جواب میں ایک روایت گھڑی گئی جسے اب زور شور سے پھیلایا جارہا ہے اور وہ یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے اور مقام قاب قاسین پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ علیؓ بیٹھے ہیں۔

(حیاۃ القلوب فارسی جلد دوم صفحہ 273 تالیف "قدوۃ العارفین رئیس المفسرین خاتم المحدثین علامہ ملا باقر مجلسی۔" مطبوعہ مطبع نولکشور۔ حیات القلوب اردو جلد دوم صفحہ 288 مطبوعہ پاکستان)

آہ معراج اور صاحب معراج کس درجہ مظلوم ہیں!!! اپنوں اور بیگانوں کے اسی نوع کے ناپاک حملوں پر حضرت مسیح موعودؑ نے اشکبار آنکھوں سے یہ تڑپا دینے والے اشعار کہے تھے

آنکہ نفس اوست از ہر خیر و خوبی بے نصیب
مے ترا شد عیب ہا در ذات خیر المرسلیں
آنکہ در زندان ناپاکی ست محبوب و اسیر
ہست در شان امام پاکبازاں نکتہ چیں

وہ شخص جس کا نفس ہر خیر و خوبی سے محروم ہے وہ بھی حضرت خیر المرسلینؐ کی ذات میں عیب نکالتا ہے۔ وہ جو خود ناپاکی کے قید خانہ میں اسیر و گرفتار ہے وہ بھی پاکبازوں کی شان میں نکتہ چینی کرتا ہے۔

اعجازی مشاہدات اور اس کے عظیم الشان اثرات

یہ مقالہ بالکل تشنہ اور نامکمل رہے گا جب تک یہ واضح نہ کیا جائے کہ معراج میں ایسے اعجازی مشاہدات کی جلوہ گری ہوئی جو رب ذوالجلال کے دست قدرت کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔ اسی لئے اس کے نتیجہ میں ایسے عظیم الشان اثرات ہوئے جن سے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تمام مذہبی نظریات میں ایسا تغیر عظیم ہوا کہ اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔ نہ یہ کہ سفر معراج معاذ اللہ دیو مالائی کہانیوں کا ملغوبہ تھا جیسا کہ کشف و الہام اور وحی کے کوچہ سے محض ناآشنا

بے بصیرت اور روحانی بینائی کے اندھے بتاتے ہیں یا جیسا کہ پادری ولیم سینٹ کلیر ٹزڈل نے اپنی کتاب ینابیع الاسلام (SOURCES OF ISLAM) میں یہ گمراہ کن، زہریلا اور سراسر باطل پروپیگنڈا کیا ہے کہ بانی اسلام نے قصہ معراج پہلوی زبان کی ایک کتاب بنام ''ارتائے ویراف نامک'' سے مستعار لیا ہے جو اردشیر بابکاں کے زمانہ میں تخمیناً چار سو برس قبل ہجرت کے تصنیف ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ زردشتیوں، ہندوؤں بلکہ بدعتی عیسائیوں کی موضوعہ کتابوں مثلاً ''وصیت نامہ ابراہیم'' اور ''رویائے پولوس'' میں۔ مصنف ''ینابیع الاسلام'' نے اس کے بعد لکھا ہے کہ

> ''اب خواہ ہندوؤں اور زردشتیوں نے اپنے یہاں ان باتوں کو ان موضوعہ کتابوں کے ذریعہ حاصل کیا ہو یا عیسائیوں کی یہ موضوعہ کتب ان بت پرستوں کے خیالات پر مبنی ہوں مگر اس میں کسی کو بھی شک نہیں کہ وہ باتیں واہیات اور پادر ہوا ہیں کوئی واقف کار شخص تو ان کو قبول نہیں کرتا۔''

(''ینابیع الاسلام'' مترجم پادری اکبر مسیح صفحہ 118، 119 ناشر پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور 1902ء)

اب جاننا چاہئے کہ قرآن مجید نے سورۃ بنی اسرائیل میں رویائے معراج کا ذکر کرنے سے قبل سورۃ ''یوسف'' میں اس اولوالعزم پیغمبر کی زندگی کے سب اہم واقعات پر روشنی ڈالی جو بنیادی طور پر آپ کی ایک رویا ہی کے گرد چکر لگاتے اور ان کی واقعاتی تعبیر ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کی تفصیل میں یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ رویاء سن کر نصیحت فرمائی کہ یہ رویاء اپنے بھائیوں کو ہرگز نہ بتانا ورنہ وہ تمہاری شدید مخالفت و مزاحمت کریں گے۔ قرآنی الفاظ یہ ہیں۔

اذ قال یوسف لابیہ یا ابت انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتھم لی ساجدین ۔ قال یا بنی لا تقصص رءیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ۔ان الشیطان للانسان عدو مبین. (یوسف: 6)

جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اُس نے کہا۔ اے میرے پیارے بیٹے! اپنی رویاء اپنے بھائیوں کے پاس مت بیان کرنا ورنہ وہ تیرے خلاف ضرور منصوبہ باندھیں گے۔ شیطان انسان کا یقیناً کُھلا دشمن ہے۔

تاریخی روایات سے بدیہی طور پر ثابت ہے کہ قریش مکہ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج کی اطلاع دی تو انہوں نے بھی مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ اس سے بھی بڑھ کر تعجب خیز بات یہ ہے کہ برادران یوسف نے اپنے بھائی سیدنا یوسف علیہ السلام کو ایک سازش کر کے کنویں میں گرا دیا اور قریش مکہ کے فیصلہ دارالندوہ (7 ستمبر) کے معاً بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیق اکبر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غار ثور میں پناہ لینا پڑی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رویاء کے نتیجہ میں یہ فوری ردعمل کیوں پیدا ہوا؟ اور فریقین اسے اپنے لئے خطرہ پا کر کیوں اٹھ کھڑے ہوئے؟ وہ حضرات جو قریش مکہ کی مخالفت معراج ہی کو اس کے جسمانی اور مادی ہونے کی دلیل بنائے بیٹھے ہیں، وہ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے ایک فقرہ میں اس چیستان کو کمال معرفت کے ساتھ حل کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"وہ تمام قصے جو اللہ جلّشانہ نے قرآن مجید میں حضرت آدم سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک بیان فرمائے ہیں، خالص غیب کی خبریں ہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 236 حاشیہ)

مزید فرماتے ہیں:۔

"اس کا ہر ایک قصہ ہی اخبار غیب ہے۔" (ایضاً صفحہ 237 حاشیہ)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اسی نکتہ معرفت کو مشعل راہ بنا کر تفسیر کبیر (سورہ یوسف) میں یہ راز سربستہ کھول دیا ہے کہ آنحضرتؐ کے وجود باجود میں جہاں تمام نبیوں کی صفات بدرجہ اتم موجود ہیں اُسی طرح آپ حضرت یوسفؑ کے بھی مثیل تھے اور اس

صورت میں قبل از وقت پیشگوئی کی گئی ہے کہ حضرت یوسفؑ کی رویاء کے مطابق جو واقعات آپ کو بعد میں پیش آئے وہی مستقبل میں آپ کو بھی پیش آنے والے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس ضمن میں قرآن اور تاریخ عہد نبوی کا باریک نظری سے گہرا مطالعہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اٹھارہ مشابہتیں حضرت یوسفؑ کے ساتھ بیان فرمائی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں رویائے معراج کا پس منظر بھی بالواسطہ طور پر کھلے باب کی طرح سامنے آگیا ہے۔ وجہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت یوسف کے واقعات کے ساتھ جو مماثلتیں پیدا ہوئیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امام الانبیاء اور نبیوں کے شہنشاہ ہونے کے باعث یوسفی شان سے ہزاروں درجہ بڑھ کر تھیں۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے حکومت مصر کا وزیر بننے کے بعد اپنے 11 بھائیوں کو معاف کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے ہزارہا جانی دشمنوں کو عفو عام کا اعلان فرمایا جس کی کوئی نظیر صفحۂ تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ کمال یہ ہے کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت یوسفؑ ہی کے الفاظ میں ارشاد فرمایا "لاتثریب علیکم الیوم" اسی طرح یہ واقعہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ کے بھائیوں نے گھر سے نکال کر کنویں میں اس لئے پھینک دیا کہ یہ بڑا ہونے کی خوابیں دیکھتا ہے، اسے نکال دیں گے تو ذلیل ہو جائے گا۔ یہی ذہنیت قریش مکہ کی تھی مگر جہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو ہجرت کے بعد ایک بادشاہ کی ماتحتی میں ایک شاندار نیابتی عزت ملی جس کی وجہ سے آپ کے والدین اور گیارہ بھائی آپ کے زیر اقتدار آگئے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے بعد مدینہ کی آزاد حکومت کا ایسا بادشاہ بنادیا کہ آپ کے بعد آپ کے غلاموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے قیصر و کسریٰ جیسی اپنے زمانہ کی دو عظیم ترین مملکتوں کے تاج مسل دیئے گئے اور سپین سے ہندوستان تک کلمہ طیبہ کا پھریرا پوری آب و تاب سے لہرانے لگا۔

ہوئے وہ قیصر و کسریٰ کے کر و فر برباد
یتیم مکہ کے جب بوریا نشین گئے

(حسن رہتاسیؒ)

قرآن مجید نے رویائے معراج سے قبل رویائے یوسفی کا تذکرہ کر کے عرفان محمدیت کی بے شمار راہیں کھول دی ہیں۔ بایں ہمہ اس قرآنی اسلوب میں اصل حکمت یہ مضمر ہے کہ اگرچہ ہر نبی کی رویاء کا وحی ہونا مسلّم ہے مگر عالم رویاء کے نظاروں کی عظمت وجلالت صاحب رویاء نبی کے منصب ومقام کے مطابق ہوتی ہے لہٰذا رویائے یوسفی اور سفر معراج کی رویائے محمدی میں زمین وآسمان کا فرق ہے کیونکہ سیدنا یوسفؑ بنی اسرائیل کے نبی تھے جن کی نبوت کا دور اُن کے وصال کے بعد ہی اختتام پذیر ہوا مگر جس طرح نور محمدی ازل سے ہے اس طرح آپ کا زمانہ رسالت ابدیت کی شان رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رویائے یوسفی کا تعلق حضرت یوسفؑ کے اپنے عروج اور اپنے بھائیوں اور والدین کی ذات تک محدود تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج میں نہ صرف آپ کے عالی مقام اور آپ کے عہد میں رونما ہونے والے واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا ہے بلکہ قیامت تک موجود رہنے والی آپ کی امت کے مناظر پر بھی محیط ہے۔ خود اللہ جلّشانہ نے اس ظلمانی دور کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا

ظهر الفساد فی البرّ والبحر (الروم: 42)

یعنی برّ وبحر میں فساد برپا ہو گیا یعنی اہل کتاب اور دوسرے سب بد مذہب خوفناک حد تک بگڑ گئے اور اسلام کا مختصر سا قافلہ جو ابتدا سے برسوں تک مکہ میں محصور تھا جس پر سفاک اور خونخواروں دشمنوں نے جور وجفا کی حد کردی تھی اور مکہ کی گلیوں میں آنحضرت ﷺ کے جانثاروں کے مقدس خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں اور کفار مکہ پکا ارادہ رکھتے تھے کہ سب مسلمانوں کو قتل کردیں۔ محمد کو صفحہ ہستی سے بالکل نابود کردیں۔ اس ماحول میں جو شب دیجور سے بڑھ کر پُر ظلمت تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رحمۃ اللعالمین'' کا منصب عطا ہوا۔ (الانبیاء:75) اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ عالمی اعلان ہوا کہ ''یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا . الذی له ملک السموت والارض ۔ (الاعراف:159) اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت حاصل ہے۔

الغرض خدائے ذوالعرش نے گھٹاٹوپ بادلوں سے گھری ہوئی تاریک اور سیاہ رات میں اپنے محبوب مگرامی نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لئے رسول بنایا اور تمام جہانوں کو رحمت عطا کرنے کا عالمگیر، ابدی اور آفاقی مشن سونپا۔ وہ شہ لولاکؐ جو غارحرا میں اپنے مولیٰ کی پہلی تجلی پر ہی (جولفظ ''اقرء'' سے شروع ہوئی) کانپ اٹھے تھے، اس عالمگیر ذمہ داری پر آپ کے مقدس قلب ودماغ اور روح پر کیا بیتی ہوگی؟ کوئی ماں کا بیٹا قیامت تک اس کے کروڑویں حصہ کا بھی اندازہ نہیں کرسکتا۔ رب العرش فرماتا ہے کہ انسان کامل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو امانت بخشی گئی، زمین وآسمان اور پہاڑ بھی اسے اٹھانے سے قاصر تھے۔ (احزاب:73)

وہ بوجھ جس کو اٹھا نہ سکے آسمان و زمین
اسے اٹھانے کو آیا ہوں کیا عجیب ہوں میں

عقل انسانی یہ معلوم کر کے ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے کہ معراج کے یہ لطیف مشاہدات عین اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے جبکہ ساری دنیا سچ مچ رات کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی جیسا کہ ابتدائی مکی سورت اللیل سے پتہ چلتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:-

''سر میور کا خیال ہے کہ سورت بالکل ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ پادری ویری لکھتے ہیں کہ یہ سورۃ ہے تو ابتدائی مگر تبلیغ عامہ کے زمانہ کی ہے یعنی تیسرے، چوتھے یا پانچویں سال کی ہے کیونکہ اس میں منکروں کے لئے عذاب کی خبر ہے۔ پادری وھیری کا یہ خیال میرے نزدیک درست معلوم ہوتا ہے۔''
(''تفسیر کبیر'' سورۃ اللیل صفحہ 44)

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سورۂ نجم جس میں واقعہ معراج کا ذکر ہے پانچویں سال نبوت میں نازل ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے سورہ الفجر کی تفسیر میں ریورنڈ ویری اور نولڈ کے کی آراء درج کی ہیں اور تحریر فرمایا ہے کہ

''یورپین اور مسلمان مورخ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سورۃ (الفجر) چوتھے

سال کے قریب نازل ہوئی ہے اور یہی وہ سال ہے جس میں کفار مکہ کی طرف سے منظم مخالفت کا آغاز ہوا۔'' (صفحہ 506)

یہی وہ پُر ظلمت دور تھا جب چند گنتی کے مسلمان حبشہ میں تھے اور باقی جو مکہ معظمہ میں آنحضرت ﷺ سمیت جو بھی چند مسلمان مرد، عورتیں یا بچے موجود تھے، ان پر مظالم کے سیاہ اور گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے اسی لئے اللہ نے واقعہ اسراء و معراج کے زمانہ کو لیل یعنی رات ہی سے موسوم کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے درج ذیل حقیقت افروز اشعار میں اسی کا ذکر کیا گیا ہے ۔

اک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی
جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی اندھیرے پہ اندھیرے
ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
ہر سمت فساد اٹھا عصیاں میں ڈوب گئے
ایرانی و فارانی ، رومی و بخارائی

عشاق رسول کو معلوم ہے کہ خالق کائنات نے اپنے محبوب سے عمر بھر یہ غیر معمولی شفقت بھرا سلوک رکھا کہ نزول قرآن کے ساتھ ساتھ وحی غیر متلو (کشف والہام اور رویا) کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری رکھا تا قلب محمدی میں ثبات واستقلال اور بصیرت ایمانی کے انوار سے اور بھی معمور ہو جائے۔ بالکل اسی دستور ازلی کے عین مطابق معراج کی طرف ارتقاء سے قبل قلب محمدی کو آب زمزم سے دھویا گیا اور پھر بخاری اور دیگر کتب احادیث کے مطابق اس میں حکمت وایمان بھر دیا گیا جو سونے کے ایک تھال میں رکھا ہوا تھا۔

اس انقلابی نکتہ معرفت سے معراج کے عدیم المثال سفر کا آغاز ہوا۔ قلب وروح کے عجائبات بے شمار ہیں اس لئے میرا عقیدہ ہے کہ اس نورانی سفر کے معجزنما مشاہدات وواردات کوثر نبویؐ کی طرح بے شمار حکمتوں اور اسرار ورموز سے قیامت تک موجزن رہیں گے اور کسی

کی مجال نہیں کہ ان کا احاطہ کر سکے۔ وجہ یہ کہ معراج دکھلانے والے رب العرش نے خود واضح فرمادیا ہے

"فاوحٰی الٰی عبدہ ما اوحی" (النجم: 11)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں اس مبارک آیت کا ترجمہ یہ ہے

''پس اس نے اپنے بندے کی طرف وہ وحی کیا جو بھی وحی کیا۔''

حضرت علامہ سیوطیؒ نے واقعات معراج پر مشتمل قدیم روایات میں یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے معراج میں سب نبیوں سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین اور سب انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ مجھ پر قرآن نازل فرمایا ہے جس میں ہر شئی بیان ہوئی ہے۔ میری امت سب امم عالم سے افضل ہے اور اس میں اولین بھی ہیں اور آخرین بھی۔ (درمنثور جلد 4 صفحہ 145)

شہنشاہ نبوت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آسمانی خطاب سفر معراج کے خارق عادت نظاروں کی کنہ تک پہنچنے کے لئے آسمانی کلید کا حکم رکھتا ہے اور بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ معراج محمدیت ایک وسیع ترین کائنات ہے جس کے سامنے ہماری مادہ اور ظاہر کائنات اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتی جتنی حیثیت ذرہ کو آفتاب سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کی شان ''آیات اللہ'' کی ہے اور وہ بھی ایسی وحی کے ساتھ جو رب محمد اور قلب محمد کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ ذیل میں اس سفر نورانی کے لاتعداد پہلوؤں میں سے صرف چند گوشوں پر نہایت اختصار واجمال کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

تدریجی واقعات کے نظارے

1- اس حیرت انگیز سفر میں ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی عالمی اشاعت کے ابتدائی مراحل سے متعلق باہم تدریجی واقعات مشاہدہ فرمائے اور ان کے سنگِ میل۔ ہجرت مدینہ۔ کی خاص طور پر جھلک دکھلائی گئی چنانچہ یثرب میں نماز پڑھنے کا ذکر بھی روایات میں موجود ہے علاوہ ازیں کفار سے دفاعی جنگوں کا بھی قبل از وقت بتلا دیا گیا

جیسا کہ روایات معراج میں ہے کہ رب العرش نے فرمایا کہ میں نے آپ کو ہجرت اور جہاد وغیرہ خصوصیات سے بھی نوازا ہے۔ تمہیں فاتح بھی بنایا ہے خاتم بھی۔

(''درمنثور'' جلد 4 صفحہ 146)

حضرت مصلح موعودؓ عالم کشوف کے متعلق خود صاحب تجربہ تھے، آپ نے لکھا ہے:-

''میرے نزدیک اس کشف میں ہجرت مدینہ کی خبر دی گئی تھی اور بیت المقدس جو آپ کو دکھایا گیا اس سے مراد مسجد نبوی کی تعمیر تھی جس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیت المقدس سے بھی زیادہ عزت دی جانے والی تھی۔''

(''تفسیر کبیر'' سورہ بنی اسرائیل صفحہ 294)

سیدنا محمود المصلح الموعودؓ نے ''سیر روحانی'' کے عنوان پر لیکچر دیتے ہوئے دنیا بھر میں منادی کی کہ مسجد نبوی سے فیض یافتہ صحابہ رسول نے کس طرح نئی دنیا، نئی زمین اور نئے آسمان پیدا کر ڈالے۔ چنانچہ فرمایا:-

''شاہی مسجد اور مکہ مسجد اور جامع مسجد اور موتی مسجد بھلا کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ اس روحانی مسجد نے ایک گھنٹہ میں جو ذکر الٰہی کا نمونہ دکھایا وہ ان مساجد میں صدیوں میں بھی ظاہر نہ ہوا مگر افسوس کہ لوگ ان پتھر اور اینٹ کی مسجدوں کو دیکھتے اور ان کے بنانے والوں کی ہمت پر واہ واہ کرتے ہیں لیکن قرآن، حدیث اور تاریخ کے صفحات پر سے اس عظیم الشان مسجد کو نہیں دیکھتے جس کا بنانے والا دنیا کا سب سے بڑا انجینئر محمد نامی تھا (ﷺ) اور جس مسجد کی بناء سرخ و سفید پتھروں سے نہیں بلکہ مقدس سینوں میں لٹکے ہوئے پاکیزہ موتیوں سے تھی۔''

(''سیر روحانی'' جلد اول صفحہ ۱۹۵)

مسجد اقصیٰ کی تاریخ کا کھلا ورق

حضرت مصلح موعودؓ کی یہ بصیرت افروز تعبیر ایک نا قابل تردید واقعاتی شہادت پر مبنی ہے جو ہمالیہ پہاڑ سے بھی بڑھ کر مستحکم ہے اور جس سے ٹکرا کر سب باطل نظریات وافکار ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور وہ شہادت یہ ہے کہ کسی مستند تاریخ میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں بیت المقدس شہر میں (جسے یروشلم اور قدس بھی کہا جاتا ہے) مسجد اقصیٰ کے نام سے یا کسی اور نام سے کوئی مسجد یا عبادت گاہ موجود تھی جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے لئے آنحضرت ﷺ کی امامت میں نماز ادا کرنے کی وسعت موجود ہو۔ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن الخطابؓ جب 16 ھ میں بیت المقدس تشریف لے گئے تو ''الصخرہ'' (جس پر آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک رکھنے اور آسمان پر چڑھنے کا قصہ مشہور ہے) نجاست وغلاظت کے نیچے دب چکا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ صدیوں قبل شاہ قسطنطین کی والدہ ملکہ ھیلانہ (335ء) نے یہود کی مخالفت میں صخرہ پر قائم عمارت مسمار کر کے اسے گندگی اور کوڑا کرکٹ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ آیت اسراء کی تفسیر میں حضرت ابن کثیر دمشقی (المتوفی ۷۷۴ھ) نے صاف لکھا ہے

"کانوا قد جعلوھا مزبلہ من اجلھا انھا قبلة الیھود."

حضرت عمرؓ نے اس جگہ کو صاف کرنے کا حکم دیا بلکہ خلیفہ راشد نے خود بھی اپنی قبا کے دامن میں بھر بھر کر مٹی ڈھونا شروع کر دی جس پر آپ کے مقدس قافلہ کے رفقاء اور فوج کے سپہ سالار بھی اس ''وقار عمل'' میں جوش وخروش سے شریک ہو گئے۔ یہاں تک کہ ''الصخرہ'' کی چٹان عیاں ہوگئی۔ حضرت عمر نے چٹان کو خوب صاف کیا اور اسی جگہ مسجد بنانے کا ارشاد فرمایا۔

حضرت عمرؓ نے چند روزہ قیام کے بعد مرکز اسلام مدینہ میں مراجعت فرمائی اور ''الصخرہ'' پر مسجد بنانے کی سعادت اموی بادشاہ عبدالملک بن مروان (متوفی شوال 86ھ/ اکتوبر 705ء) کو حاصل ہوئی جسے یورپین سکالر مسجد عمر کہتے ہیں لیکن جیسا کہ نامور فرانسیسی محقق لیبان نے ''تمدن عرب'' میں نشاندہی کی ہے یہ ان کی فاش غلطی ہے۔ اس مسجد کو عبدالملک بن مروان نے تعمیر کرایا اور اس کی مزید آرائش وتکمیل اس کے جانشین ولید بن عبدالملک کے

عہد میں ہوئی جیسا کہ اسلام کے شہرہ آفاق مورخ علامہ ابن خلدون نے اس کے حالات میں لکھا ہے۔ یہی وہ مسجد ہے جو آج مسجد اقصیٰ کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہے اور اس میں بھی چند ہزار نمازیوں ہی کی گنجائش ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''دائرہ معارف اسلامیہ'' پنجاب یونیورسٹی لاہور زیر لفظ قبۃ الصخرۃ جلد 16-1 صفحہ 233-234 طبع اول 1978ء)

1936ء میں بیک وقت لیڈن اور لنڈن سے دی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM) کی تیسری جلد شائع ہوئی تو اس میں مسجد اقصیٰ کے زیر عنوان صاف طور پر لکھا

"ACCORDING TO LATE ARAB WRITERS THE MOSQUE WAS BUILT BY THE CALIPH ABDAL-MALIK"

یعنی بعد کے عرب مصنفین کی تحقیق کے مطابق اس مسجد اقصیٰ کے بانی اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان تھے۔ یہ انسائیکلوپیڈیا متعدد چوٹی کے مستشرقین کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے جسے شہرت یافتہ دانشوروں یعنی وین سنک (WENSINCK) اور اے۔ آر۔ گب (A.R. GIBB) نے مرتب کیا۔ اس معلومات افروز کتاب کا دوسرا ایڈیشن 1986ء میں ہالینڈ، امریکہ اور جرمنی سے بھی منظر عام پر آچکا ہے۔

الختصر یہ کہ مسجد اقصیٰ کی تعمیری تاریخ نے معراج کے نورانی سفر اور اس کی عدیم المثال روحانی کیفیات پر گویا دن چڑھا دیا ہے۔

اک نظر خدا کے لئے
سید الخلق مصطفیٰ کے لئے

مقام قاب قوسین سے جلوہ محمدی

2- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انکشاف کیا گیا کہ آپ مظہر اتم الوہیت ہیں چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

''اور جو تشبیہات قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلی طور پر خداوند قادر و مطلق سے دی گئی ہیں ان میں سے ایک یہی آیت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ۔ یعنی وہ (حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ترقیات کاملہ قرب کی وجہ سے دو قوسوں میں بطور وتر کے واقع ہے بلکہ اس سے نزدیک تر۔ اب ظاہر ہے کہ وتر کی طرف اعلیٰ میں قوس الوہیت ہے سو جب کہ نفس پاک محمدی اپنے شدت قرب اور نہایت درجہ کی صفائی کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور دریائے الوہیت سے نزدیک تر ہوا تو اس ناپیدا کنار دریا میں جا پڑا اور الوہیت کے بحر اعظم میں ذرہ بشریت گم ہو گیا۔ اور یہ بڑھنا نہ مستحدث اور جدید طور پر بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہوا تھا اور ظلی اور مستعار طور پر اس بات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریریں اس کو مظہر اتم الوہیت قرار دیں اور آئینہ حق نما اس کو ٹھہراویں پھر دوسری آیت قرآن شریف کی جس میں یہی تشبیہ نہایت اصفیٰ و اجلیٰ طور پر دی گئی ہے یہ ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ یداللہ فوق ایدیھم ۔ یعنی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کیا کرتے تھے اور مردوں کے لئے یہی طریق بیعت کا ہے سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریق مجاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو اپنی ذات اقدس ہی قرار دے دیا اور ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہ کلمہ مقام جمع میں ہے جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بولا گیا ہے اور اسی مرتبہ جمع کی طرف جو محبت تامہ دو طرفہ پر موقوف ہے اس آیت میں بھی اشارہ ہے۔ مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔ تو نے نہیں چلایا خدا نے ہی چلایا جب کہ تو نے

چلایا۔ ایسا ہی یہ اشارہ اس دوسری آیت میں پایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۔ یعنے ان کو کہدے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا (یعنی ارتکاب کبائر کیا) تم خدا کی رحمت سے نومیدمت ہو۔ وہ تمہارے سب گناہ بخش دے گا۔ اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو بندے نہیں ہیں بلکہ سب نبی وغیر نبی خدا یتعالیٰ کے بندے ہیں لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مولیٰ کریم سے قرب اتم یعنی تیسرے درجہ کا قرب حاصل تھا سو یہ سخن بھی مقام جمع سے سرزد ہوا اور مقام جمع قاب قوسین کا مقام ہے جس کی تفاصیل کتب تصوف میں موجود ہے ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے لحاظ سے کئی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے رکھ دیئے ہیں جو خاص اس کی صفتیں ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدا یتعالیٰ کی شان کے لائق ہے مگر ظلّی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ایسا ہی قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے۔ اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے، آیا ہے اور رؤف اور رحیم جو خدا یتعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پکارے گئے ہیں اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات وتصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے چنانچہ قرآن شریف میں اس بارے میں ایک یہ آیت بھی ہے وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا کہہ۔ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔ حق سے مراد اس جگہ اللہ جل شانہ

اور قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

(''سرمہ چشم آریہ'' حاشیہ صفحہ 226 تا 230)

مقام خاتم النبیین کی عظیم تجلی

3۔ سلسلہ انبیاء میں خاتم النبیین کا منصب اعلیٰ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا جس کی عظمت وجلالت نشان کا حقیقی تصور خالق کائنات کی طرف سے معراج ہی میں رکھا گیا اور دکھلایا گیا کہ جہاں دوسرے تمام نبیوں کی رفعتیں ختم ہوتی ہیں وہاں سے آپ کا مقام شروع ہوتا ہے جس کے بعد خدائے ذوالعرش ہی کی جلوہ آرائی ہے اس اعتبار سے آپ آخری نبی ہی نہیں آخری انسان بھی آنحضور ہی ہیں چنانچہ آپ ہی کا ارشاد مبارک ہے

''انا العاقب الذی لیس بعدہ احد'' (مسلم کتاب الفضائل . حدیث 125)

میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی بھی نہیں۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اصل حدیث یہی ہے اور ''احد'' کی بجائے ''نبی'' کا لفظ امام زھری کا شامل کردہ ہے اور اس کی تصریح اگلی چند سطروں میں خود حضرت امام مسلمؒ کے قلم سے موجود ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ''تفسیر صغیر'' میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ سے پہلے آسمان تک رونق افروز نبیوں کا نقشہ ''مسند احمد بن حنبل'' سے دے کر کمال معرفت کے رنگ میں یہ عقدہ کھول دیا ہے کہ

''اس نقشہ کو دیکھو تو مخلوق کے مقام پر جو شخص کھڑا ہوگا اس کی نظر سب سے پہلے حضرت آدم پر پڑے گی اور سب سے آخر اس کی نظر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑے گی گویا سب نبیوں میں آخری وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دے گا اس کے علاوہ اگر اس حدیث کو لیں کہ آدم ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا تب بھی میں خاتم النبیین تھا تو بھی شجرہ انبیاء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام کے لحاظ سے اوپر کی جگہ حاصل ہوگی پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں

سب سے اوپر گئے تو مقام محمدی آخری نبوت کا مقام ٹھہرا۔''

حدیث میں ہے کہ اللہ جلشانہ نے معراج کے مبارک سفر کے دوران آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے یہ اعزاز بخشا کہ آپ کی امت اولین اور آخرین دونوں گروہوں پر مشتمل ہوگی نیز یہ کہ آپ کو فاتح اور خاتم کے منصب پر فائز کیا۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر آیت اسراء)

حضرت امیر المؤمنین شیر خدا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطاب عام میں اس فرمان خداوندی کا یہ مفہوم بیان فرمایا کہ ''الخاتم لما سبق والفاتح لما انغلق'' (''نہج البلاغہ'' خطبہ نمبر ۷۲ مطبوعہ بیروت۔ طبع ثانی ۱۹۸۲ء) یعنی پہلے تمام نبیوں کے فیضان ختم ہوگئے آئندہ جو کچھ ملے گا چشمہ محمد ﷺ سے ملے گا کیونکہ آپ فاتح ہیں۔ آنحضرت ﷺ خود فرماتے ہیں کہ تقسیم میں کرتا ہوں، عطا کرنے والا اللہ ہے۔

نبیوں کی امامت کا لطیف فلسفہ

4- حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں:-

''اور یہ جو دکھایا گیا کہ آپ نے سب نبیوں کی امامت کرائی اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپ کا سلسلہ عربوں سے نکل کر دوسری اقوام میں بھی پھیلنے والا ہے اور سب انبیاء کی امتیں اسلام میں داخل ہوں گی اور یہ اشاعت مدینہ میں جانے کے بعد ہوگی اور اس میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے علاقہ کی حکومت دی جائے گی۔''

(تفسیر کبیر سورۃ اسراء صفحہ 294)

ارواح انبیاء سے ملاقات

5- روایت میں ہے لقی ارواح الانبیاء (''درمنثور'' جلد 4 صفحہ 144) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں سب نبیوں کی روحوں سے ملاقات فرمائی۔ ''ابن عساکر'' جلد اول صفحہ ۳۸۸ میں یہ فیصلہ کن روایت ملتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ میں اور جبرائیل بیت المقدس میں اس جگہ پہنچے جہاں سے مجھے معراج ہوا جس میں ارواح عروج کرتی ہیں پھر بتایا کہ اس کے بعد مجھے سب پہلے آدم ملے جن کے سامنے آپ کی ذریت میں ہونے والے مومنوں اور فجار دونوں کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ خدائے علیم وخبیر کو علم تھا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جبکہ نظریہ ''حیات مسیح'' کے نتیجہ میں ہزاروں کلمہ گو عیسائیت کا شکار ہو جائیں گے اس لئے اللہ جلشانہ نے بشمول حضرت عیسیٰؑ سب نبیوں کی ارواح سے ملاقات کرا کے بتادیا کہ دوسرے انبیاء کی طرح آسمان پر حضرت مسیح ناصریؑ کی صرف روح ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم مبارک سے معراج کے اس پہلو کی مزید وضاحت سپرد قرطاس کی جاتی ہے۔

> ''انبیاء تو سب زندہ ہیں مردہ تو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی لاش نظر نہ آئی تھی ......معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو برابر زندہ پایا اور حضرت عیسیٰ کو حضرت یحییٰ کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا۔'' (''آئینہ کمالات اسلام'' ضمیمہ صفحہ 9)

آخری زمانہ کے فتن و مفاسد کی خبر

6- روح محمدی کو اس سفر آسمانی میں اپنی امت کے ''آخرین'' کے زمانہ میں ابھرنے والے فتن و مفاسد کی اس کثرت سے اطلاع دی گئی کہ عقل انسانی ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت علامہ سیوطیؒ کی تفسیر ''درمنثور'' جلد 4 کے مجموعہ روایات پر سرسری نظر ڈالنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال اور یاجوج ماجوج کو دیکھا (صفحہ 152 و 155) دنیا ایک حسین بڑھیا کی صورت میں نظر آئی۔ یہود و نصاریٰ اور سود خور متمثل کر کے دکھلائے گئے کہ آخری دور میں سب عالمی فتنوں کا سرچشمہ یہی لوگ بننے والے تھے۔ (صفحہ 142، 143، 147) ابن عساکر (مطبوعہ بیروت) جلد اول صفحہ ۳۸۸، ۳۸۹ میں مذکور آنحضرتؐ کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نے معراج میں اپنی امت کے وہ لوگ بھی دیکھے جو حلال کو چھوڑ کر حرام کھائیں گے۔ سودی

کاروبار کریں گے۔ دوسروں کی غیبت کرنے والے ہوں گے اور زنا کا ارتکاب کریں گے۔ اسی طرح ''تفسیر ابن کثیر'' (زیر آیت اسراء) کے مطابق امانت میں خیانت کرنے والے نام نہاد مسلمانوں کو بھی آپ نے ملاحظہ کیا اور ان تخریب کاروں کے کرتوت بھی آپ کو دکھلائے گئے جو اپنے خبث باطن کے باعث سڑکوں پر دھرنا مار کے بیٹھ جائیں گے اور کانٹے دار لکڑی کی مانند عوام کے کپڑے پارہ پارہ کردیں گے۔ یعنی ان کے مظاہروں سے پوری دنیا کا امن یکسر خطرہ میں پڑ جائے گا۔

اسی پر بس نہیں سرکار دو عالمؐ کو دور آخرین کے بدقماش ملاؤں کا بھیانک منظر بھی دکھلا دیا گیا چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:-

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیلۃ اسری بی مررت بناس تقرض شفاھھم بمقاریض من نار کلما قرضت عادت کما کانت فقلت من ھولاء یا جبریل قال ھؤلاء خطباء امتک یقولون مالا یفعلون.'' (در منثور جلد 4 صفحہ 150)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسراء کی رات میں ایسے لوگوں سے گذرا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا لیکن وہ پھر بڑھ جاتے تھے۔ میں نے جبریل سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں سے کہیں گے مگر خود اس پر عمل نہیں کریں گے۔

عالمی غلبہ اسلام کا پُرکیف منظر

7- آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی (سورہ توبہ و فتح) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مذاہب عالم پر غلبہ اسلام مہدئ امت سے وابستہ کیا گیا ہے۔ صاحب المعراج صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر معراج میں اس کا پُرکیف نقشہ بھی دکھلایا گیا جو حضرت ابن عباس کی حدیث (مندرجہ ''در منثور'' جلد 4 صفحہ 150۔ ''مسند احمد بن حنبل'' جلد 1 صفحہ 271) میں موجود ہے اس حدیث کا ترجمہ دیوبندی عالم مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے

درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:-

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ کا گزر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گزر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں کہا گیا کہ موسیٰؑ اور ان کی قوم ہیں لیکن اپنا سر اوپر اٹھایئے اور دیکھئے۔ سو دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے اور کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔''

(''نشر الطیب'' صفحہ 54 ناشر تاج کمپنی لاہور)

سیدنا مصلح موعودؓ معرفت و حکمت سے لبریز ''تفسیر کبیر'' جلد 4 صفحہ 397 میں تحریر فرماتے ہیں:-

''میرے نزدیک اس کشف (یعنی معراج۔ ناقل) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی سفر کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ بتایا ہے کہ جب اسلام پر تاریکی کا زمانہ آئے گا اس وقت اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے تابع وجود کے واسطہ سے پھر دنیا کی ہدایت کے لئے مقرر کرے گا اور اس تابع کے واسطہ سے وہی برکات مسلمانوں کو پھر ملیں گی جو انبیاء بنی اسرائیل کو اور ان کے اتباع کو ملی تھیں۔ اسی کی طرف سورۂ جمعہ میں بھی اشارہ ہے۔''

لیکن جب ہم سورہ جمعہ کی آیت و آخرین منھم لما یلحقوا کا مطالعہ کرتے ہوئے اگلی آیت تک پہنچتے ہیں تو اس کے معاً بعد یہود کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر تم برگزیدہ لوگ ہو تو موت کی تمنا کر کے اپنا سچا ہونا ثابت کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے ذکر کے ساتھ دعوت مباہلہ میں ایک زبردست پیشگوئی مضمر ہے اور غالباً اس پیشگوئی کو شرق اوسط کے ایک بزرگ شاعر الشیخ محمد رضا شبیبی عراقی نے اپنے اشعار میں کمال خوبی سے بے نقاب کیا ہے:-

واکبر ظنی لو اتانا محمد

لـلاقـی الـذی لاقـاہ مـن اھـل مـکـة

اذن لقضی لا منھج الناس منھجی

ولا ملة القوم الاواخر ملتی

(''دیوان الشبی'' صفحہ 107 ناشر مطبع لجنۃ التالیف والترجمہ والتبشیر 1940ء)

(ترجمہ) میرا ظن غالب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہمارے پاس دوبارہ تشریف لے آئیں تو آپ کو آج بھی اپنی امت کے ہاتھوں اُسی قسم کے مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا جس طرح آپ اہل مکہ کے ہاتھوں دوچار ہوئے۔ پیغمبر خدا ہمیں دیکھ کر یقیناً یہ فیصلہ کریں گے کہ لوگ جس راہ پر چل رہے ہیں وہ میرا بتایا ہوا طریق نہیں اور آخری زمانہ کے لوگوں کا مذہب ہرگز میرا مذہب نہیں۔

یہ عجیب تصرف خداوندی ہے کہ مسلم دنیا کے اسی تاریک ترین دور میں سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو 1883ء میں بذریعہ رویا بشارت دی گئی کہ

''عنایت الٰہیہ مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کی طرف متوجہ ہیں اور یقین کامل ہے کہ اس قوت ایمان اور اخلاص اور توکل کو جو مسلمانوں کو فراموش ہو گئے ہیں پھر خداوند کریم یاد دلائے گا اور بہتوں کو اپنے خاص برکات سے متمتع کرے گا۔'' (''مکتوبات احمدیہ'' جلد اول صفحہ 20 اشاعت 29 دسمبر 1908ء)

زندہ معراج اور زندہ نبی

8- تیسری صدی ہجری کے محدث حضرت ابوبکر بن عمرو حافظ البزار (متوفی 292ھ) نے حضرت علیؓ سے معراج کے باب میں یہ حدیث درج کی ہے کہ رب کریم نے ارشاد فرمایا اے محمدؐ! یہ آیت پڑھو ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ ..الخ (بحوالہ نشر الطیب صفحہ 77)

مذہبی تاریخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ مظہر اتم الوہیت ہیں جن پر خدا اور اس کے فرشتے ازل سے ابد تک رحمت بھیج رہے ہیں۔ حاجی الحرمین سیدنا حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک بار درود شریف سے آنحضرت ﷺ کے افضل الرسل اور زندہ نبی ہونے

ثبوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

”زمین گول ہے۔ اگر ایک جگہ فجر ہے تو دوسری جگہ عشاء ہے۔ ایک جگہ اگر عشا ہے تو دوسری جگہ شام ہے ایسے ہی اگر ایک جگہ ظہر کا وقت ہے تو دوسری جگہ عصر کا وقت ہوگا غرض ہر گھڑی اور ہر وقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ دنیا میں کروڑ در کروڑ رکوع اور سجود کرتے اور درود پڑھتے اور دوسری دعائیں مانگتے ہیں......اس سے ثابت ہے کہ وہ تمام رسولوں نبیوں اور اولیاء کا بھی سردار ہے کیونکہ دنیا میں جس قدر رسول گزرے ہیں ان کی امتیں ان کے لئے دعائیں نہیں کرتیں۔“

(”الحکم“ 14 جنوری 1908ء بحوالہ ”محامد خاتم النبیین“ صفحہ 368، 369 مرتبہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب حلالپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان۔ جنوری 1936ء)

درود شریف کا یہ غیر محدود اور لامتناہی سلسلہ اس امر کا بھی بھاری ثبوت ہے کہ روح محمدی کا روحانی معراج ہرگز ختم نہیں ہوا بلکہ آیت و الاخرۃ خیر لک من الاولی (الضحٰی) کی رُو سے بھی ابد الآباد تک کے لئے جاری وساری ہے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک بار اپنے ایک خطبہ کے دوران پرشوکت الفاظ میں فرمایا:-

”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ انسان ہیں جو ایک سیکنڈ میں کروڑوں میل خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھ جاتے ہیں۔“

(”الفضل“ 16 جون 1944ء صفحہ 8 کالم 3)

20 فروری 1903ء کو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے خطبہ کے دوران حضرت مسیح موعودؑ کا درود شریف کی نسبت یہ مشاہدہ سامعین کو بتایا کہ ”میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر اس کی لاانتہا نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں...... درود شریف کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دیتا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے۔" ("الحکم" قادیان 28 فروری 1903ء صفحہ 7 کالم 1)

صاحب المعراج کے عاشق صادق کی عالمگیر دعوت

اس تحقیقی مقالہ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود اور مہدی مسعودؑ کی ایک عالمگیر دعوت پر ختم کرتا ہوں۔ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا:۔

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔"

("تریاق القلوب" صفحہ 5-7)

اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

حسبِ فرمائش

مکرم چوہدری داؤد احمد چیمہ صاحب جرمنی

منجانب۔

والدِ محترم : مکرم چوہدری محمد ابراہیم چیمہ صاحب مرحوم

فرزندان : مکرم عاصم احمد داؤد چیمہ صاحب

مکرم محسن وسیم چیمہ صاحب
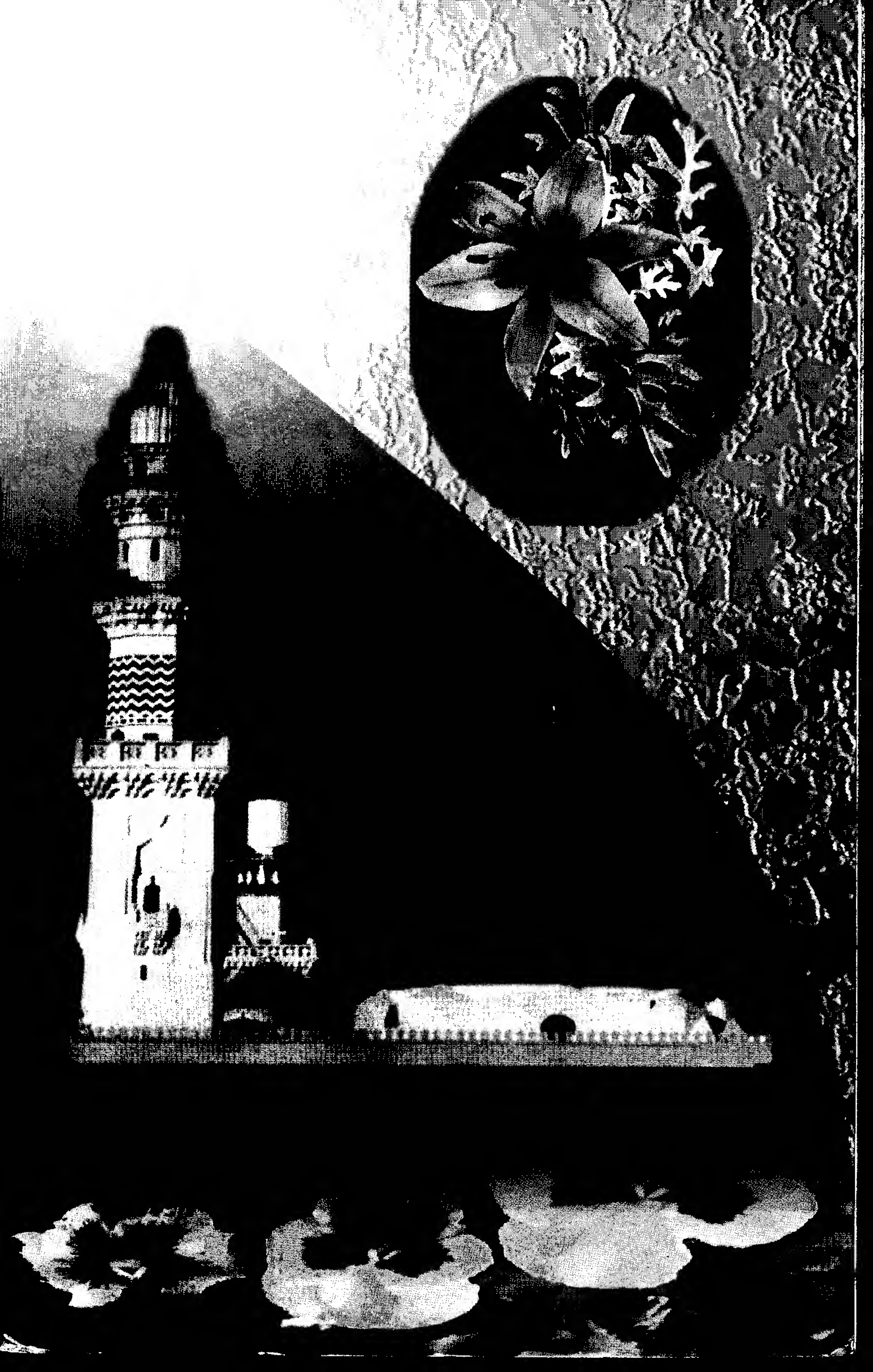
مکرم نجیب احمد احسن چیمہ صاحب